Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ماہنامۂ اردو)

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

(یعنی)

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مدیر

علی محمد اجمیری

بابت ماہ صفر ۱۳۵۸ھ مُطابق ماہِ اپریل ۱۹۳۹ء

جلد ۳۸ عدد ۴

S.M.B.A.Q.P.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنہ ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا:-

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت اور تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے، اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے، طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:-

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو بابت ماہ اپریل ۱۹۳۹ء

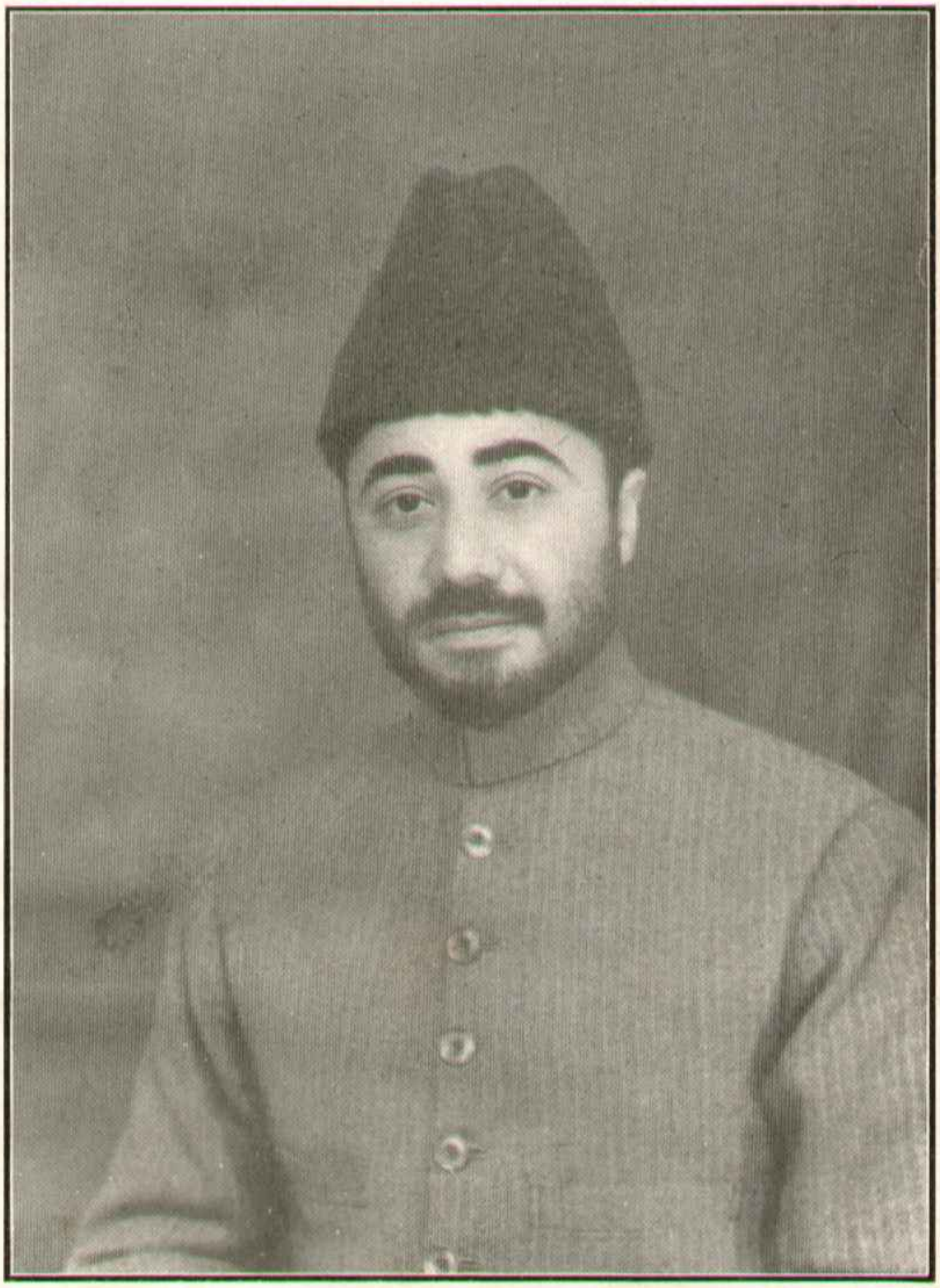

صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب مولوی فاضل' بی - اے (پنجاب)
بی - اے (اکسفورڈ) وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر ناظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۸ | ۱۰ صفر ۱۳۵۸ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۳۹ء | نمبر ۴

فہرست مضامین

مسیح موعودؑ کی اپنی جماعت کو نصیحت	صـ ۲	آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو سے اقتباس۔
مقطّعاتِ قرآنی	صـ ۳	از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
حقیقتِ جہاد	صـ ۱۱	از حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب مولوی فاضل بی۔ اے (پنجاب) آکسفورڈ
مذہب کیا ہے؟	صـ ۲۶	از حقانی۔ ایم۔ اے۔
رسولِ عربیؐ کے فضائل	صـ ۴۱	از ڈاکٹر ایس ایس بھٹناگر۔ ڈی۔ ایس سی۔ ڈائرکٹر پنجاب یونیورسٹی کیمیکل لیباریٹریز لاہور
پاپائے روم	صـ ۴۶	"ع۔ م۔ ا"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الفاظ میں تاریخ عالم کی طرف اشارہ کیا ہے سورۂ رعد میں چونکہ میم زائد تھا، اس لئے المر اور الرٰ دونوں مضمونوں کو جمع کر دیا ہے، اور پہلے تو میم کی مناسبت سے ایک یقینی کلام کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس کے بعد پیدائش عالم کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے، سورۂ ابراہیم میں پھر قانون قدرت کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے، اور بتایا ہے کہ اسے دیکھو، اس میں تمہیں ایک بیدار آقا کا ہاتھ نظر آئے گا، سورۂ حجر میں پھر پچھلی تاریخ کی طرف توجہ دلائی ہے، اب یہ امر ظاہر ہے، کہ واقعات اور قانون کا تعلق دیکھنے سے ہے، حقیقت تک وہی پہونچ سکتا ہے جس کی آنکھوں کے سامنے واقعات ہوں، یا جس کی آنکھوں کے سامنے کوئی قانون ظاہر ہو رہا ہو، پس ان سورتوں کا رؤیت کے ساتھ تعلق ہے، اور الر میں یہی دعویٰ کیا گیا ہے کہ مَیں اللہ دیکھتا ہوں، نہ تو پرانی تاریخ میری نظر سے پوشیدہ ہے، اور نہ قانونِ قدرت کا اجرا یا پیدائش عالم میری نگہ سے مخفی ہے، پس رؤیت سے تعلق رکھنے والے امور میں بھی میری ہی ہدایت کافی ہوسکتی ہے۔

ایک اور بات بھی حروف مقطعات کے متعلق یاد رکھنی چاہیئے، کہ گو حروف مقطعات کے مضامین حروف کے اختلاف سے بدلتے رہتے ہیں، لیکن ایک امر میں سب حروف مشترک ہیں، اور وہ یہ کہ جو سُورتیں حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں، ان کے مضمون کی ابتداء وحی الٰہی کے ذکر سے ہوتی ہے، اکثر میں تو صاف الفاظ میں کتاب یا قرآن کا لفظ ہی استعمال ہُوا ہے، اور چند ایک میں کسی پُرانی کتاب کی طرف اشارہ ہے، جیسے سورۂ مریم میں، یا کسی خاص کلام کی طرف اشارہ ہے، جیسے سورۂ رُوم میں ؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقت جہاد

(از صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب مولوی فاضل بی۔ اے پنجاب و آکسفورڈ)

اس مختصر سے نوٹ سے میرا مقصود جہاد بالسیف پر کوئی تحقیقی مضمون لکھنا نہیں، اس موضوع پر بہت سے قابل قدر مضامین لکھے جا چکے ہیں، اور اس رسالہ میں شائع ہو چکے ہیں، مگر اب تک جو مضامین لکھے گئے ہیں، ان میں صرف یہ بحثیں ہوتی رہی ہیں، کہ جہاد بالسیف کب اور کن شرائط کے ماتحت جائز ہے، اور یہ کہ اشاعت اسلام کے لئے تلوار چلانے کی اجازت نہیں دی گئی، اور بس۔ میں نے یہ راستہ نہیں لیا، میرے نزدیک بجائے اس بات پر زور دینے کے کہ جہاد بالسیف کب اور کیوں جائز ہے، زیادہ زور اس بات پر دینا چاہیئے، کہ اسلام میں جہاد کے معنی کیا ہیں، اور اشاعت اسلام کے متعلق قرآن کریم نے کیا احکام بتائے ہیں۔ جب ہم اشاعت دین کے متعلق اسلامی تعلیم لوگوں کے ذہنوں میں اچھی طرح راسخ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، تو یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا کہ اسلام نے اشاعت دین کے ہتھیاروں میں تلوار کو نہیں رکھا، اس کا استعمال اور ہے، اور یہ اپنے محل پر ہی استعمال ہونی چاہیئے۔

پس مَیں اس مختصر سے نوٹ میں یہ بتاؤنگا، کہ جہاد کے معنے لغت میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا ہے، اور اسلامی اصطلاح میں جہاد کے معنی ہیں، نفس امّارہ، شیطان اور دشمن آزادئ مذہب کے خلاف تمام طاقتوں کو لگانا۔ اسلام میں جہاد نفس سے شروع ہوتا، اور شیطان پر ختم ہوتا ہے۔ شیطان کے خلاف جہاد کرنے کے دوران میں بعض ایسی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، کہ مجبوراً تلوار چلانی پڑتی ہے، اور اس لئے چلانی پڑتی ہے، کہ مکمل مذہبی آزادی کو دُنیا میں قائم کیا جائے، تا جو شخص بھی مسلمان ہو، وہ صرف اس لئے مسلمان ہو، کہ اسلام کی حقانیت اس پر کُھل گئی ہے، نہ اس لئے کہ اسلام کا نام زبان پر لائے بغیر اُسے چارہ نہیں۔ مَیں نے اشاعت مذہب کے مسئلہ پر نسبتاً بسیط بحث کی ہے، اور بتایا ہے، کہ اشاعتِ اسلام کرتے ہوئے مخالفین کے سامنے صرف دو چیزوں کو پیش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنا جائز ہے، قرآنی نمونہ، اور قرآنی دلائل، اور یہ کہ انہیں پیش کرتے ہوئے کمال حکمت اور نرمی سے کام لینا چاہیئے، پھر اس کے بعد جہاد بالسیف پر مختصر سا تبصرہ ہوگا۔ وما توفیقی الّا باللّٰہ۔

جہاد کے معنی لغت کی رُو سے | جہاد کا لفظ جَہْد سے مشتق ہے اور جَہْد کے معنے ہیں مشقت برداشت کرنا، اور جہاد کے معنے ہیں کسی کام کے کرنے میں پوری طرح کوشش کرنا اور کسی قسم کی کمی نہ کرنا۔ تاج العروس میں ہے۔ وَحَقِيْقَةُ الْجِهَادِ كَمَا قَالَ الرَّاغِبُ الْمُبَالَغَةُ وَاسْتِفْرَاغُ الْوُسْعِ وَالْجَهْدِ فِيْمَا لَا يُرْتَضٰى وَهُوَ ثَلٰثَةُ اَضْرُبٍ مُجَاهَدَةُ الْعَدُوِّ الظَّاهِرِ وَالشَّيْطٰنِ وَالنَّفْسِ وَتَدْخُلُ الثَّلَاثَةُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔ یعنی جیسا کہ راغب نے کہا ہے، جہاد کے حقیقی معنے ہیں، کسی قسم کی کمی اٹھا نہ رکھنا، اور اپنی ساری طاقتوں کو خرچ کرنا، اور نفس پر بار ڈال کر اس کام کو کرنا، اور جہاد کی تین قسمیں ہیں، عدوّ ظاہر کا پوری کوشش سے مقابلہ کرنا، شیطان کے مقابلہ میں اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا، اور اس بات میں پورا زور لگا دینا کہ دنیا میں سے شیطانی باتوں کا قلع قمع ہو جائے۔ اسی طرح نفس سے جنگ میں پوری کوشش سے کام لینا، اور آیت کریمہ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ جہاد کی مذکورہ بالا تینوں قسموں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

لسان العرب میں بھی جہاد کے معنے اَلْمُبَالَغَةُ وَاسْتِفْرَاغُ الْوُسْعِ ہی لکھے ہیں، یعنی کوشش کو انتہاء تک پہونچانا، اور اپنی طاقتوں کو کُلّی طور پر کسی کام میں لگا دینا۔

پس عربی زبان میں جہاد کے معنی اپنی طاقتوں کو کُلّی طور پر اپنے مدّمقابل کے خلاف لگا دینے کے ہوئے۔

اسلامی اصطلاح میں جہاد کے معنی | عربی زبان میں جہاد کے معنے یہ تھے، کہ جس چیز کے خلاف جہاد کیا جائے، خواہ وہ کوئی چیز ہی کیوں نہ ہو، اس جہاد میں اپنی ساری طاقتوں کا لگا دینا۔ کیا اسلامی اصطلاح میں "جہاد" ان عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، یا اسلام نے ان عام معنوں کو محدود کر کے "جہاد" کو خاص معنوں میں استعمال کیا ہے؟ اسلام نے "جہاد" کے معنوں میں تو کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

البتہ ان چیزوں کو جن کے خلاف جہاد کی تلقین کی ہے، اسلام نے تین میں محدود کر دیا ہے، یعنی نفس کے خلاف جہاد کرنا، شیطان کے خلاف جہاد کرنا، اور دنیا سے شیطانی تعلیمات کو مٹا کر اسلامی تعلیمات کو رائج کرنا اور بعض استثنائی صورتوں میں جب کوئی اور چارہ نہ رہے، تو پھر مذہبی آزادی کے دفاع کے لئے دشمن کے خلاف تلوار اٹھانا۔

شیطان کا اپنی ساری قوتوں کو اس بات میں خرچ کرنا کہ اسلامی تعلیمات دُنیا سے مٹ جائیں لُغت کی رُو سے ایک جہاد ہو گا، مگر اسلامی اصطلاح میں یہ جہاد نہیں، اسلامی اصطلاح میں جہاد صرف تین چیزوں کے خلاف اپنی ساری توجہ کو مبذول کرنا اور تمام طاقتوں کو خرچ کرنے کا نام ہے، اور یہ تین چیزیں یہ ہیں۔ نفس امّارہ بالسوء۔ اور شیطان اور اس کی تعلیمات، اور عدوّ ظاہر، یعنی ایسا دشمن جو اسلام کو تلوار سے مٹانا چاہے۔ اللہ تعالےٰ سورۂ عنکبوت میں فرماتا ہے، وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہماری خاطر اور ہماری بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق جہاد کرتے ہیں، ہم ان پر اپنے قرب کی راہیں کھول دیتے ہیں، اس آیت کریمہ میں لفظ جَاھَدُوْا کے مفعول کا ذکر نہیں، اور ہر چیز جو مفعول بننے کی اہل ہو، اس کا مفعول بن سکتی ہے، لیکن گو جَاھَدُوْا کے مفعول کا ذکر نہیں، مگر جہاد کے ساتھ "فِیْنَا" کی قید لگا دی ہے، جس کے معنے ہیں، ہماری خاطر اور ہماری رضا کو حاصل کرنے کے لئے، اور ہماری ہدایات کے مطابق۔ اور یہ فِیْنَا کی قید ہی ہے جس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے، کہ اسلام میں جہاد تین چیزوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر تفسیر کشاف میں یوں کی گئی ہے، اَطْلَقَ الْمُجَاھَدَۃَ وَلَمْ یُقَیِّدْھَا بِمَفْعُوْلٍ لِیَتَنَاوَلَ کُلَّ مَا یَجِبُ مُجَاھَدَتُہٗ مِنَ النَّفْسِ الْاَمَّارَۃِ بِالسُّوْءِ وَالشَّیْطَانِ وَاَعْدَاءِ الدِّیْنِ یعنی جَاھَدُوْا کے لفظ کو مطلق رکھا ہے، اور کسی مفعول کے ذکر سے اُسے مقید نہیں کیا، تا ہر وہ چیز جس کے خلاف مجاہدہ کرنا واجب ہے، اس کا مفعول بن سکے، یعنی نفس امّارہ، شیطان، اور اعداء دین۔

اسلامی تعلیم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسلامی تعلیم یا تو نفس امّارہ کو مارنے کی تلقین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتی ہے، اور اس جہاد پر بہت زور دیا گیا ہے، اسی کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے " یَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (مائدہ ۱۴)" اے مومنوں سب سے قبل تم اپنے نفسوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرو، اگر تم صحیح راستہ پر قائم ہو جاؤ تو تمہیں دوسروں کی گمراہی کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتی۔ (اس جہاد کا تفصیلی ذکر بعد میں آئے گا) اور یا اسلامی تعلیم شیطانی تعلیمات کو دُنیا سے مٹانے کی تلقین کرتی ہے تا اسلامی تعلیم دُنیا میں قائم ہو جائے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران ۱۲) یعنی تم دُنیا میں بہترین امت ہو، اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں میں سے بعض نے اصلاح نفس تو کی تھی، مگر سارا زور رہبانیت پر خرچ کیا تھا، انہوں نے اپنے نفس کے خلاف تو جہاد کیا تھا، مگر شیطانی تعلیمات کو دُنیا سے مٹانے کی کوشش نہ کی تھی، اور بعض نے دوسروں کو تو خیر کی طرف بلایا تھا، اور شیطانی تعلیمات کے خلاف تو جہاد کیا تھا، مگر وہ اپنے نفسوں کو بھول گئے تھے، تم پچھلی سب امتوں سے بڑھ گئے ہو، اور سب سے بلند رتبہ ہو، اس لئے کہ تم نے پہلے اپنے نفسوں کی اصلاح کی، اور خدا تعالےٰ پر حقیقی ایمان لائے، ایسا ایمان کہ اس کے بعد رسول کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کئے بغیر تم رہ نہ سکتے تھے، پھر جب تم مجاہدۂ نفس میں کامیاب ہو گئے تو دنیا میں اس لئے نکلے کہ تم شیطان کے خلاف جنگ کرو، اور اپنے گمراہ بھائیوں کو راہِ ہدایت پر چلاؤ پس تم خیر الامم ہوئے۔ پس دوسروں کو ہدایت کی طرف بلانا، اور شیطانی تعلیمات کو دُنیا سے مٹانے کی پوری کوشش کرنا یہ دوسری قسم کا جہاد ہے۔ پھر تیسری چیز جس کے خلاف اسلام نے جہاد کی تعلیم دی ہے، وہ وُہ دشمن ہے جو تلوار کے زور سے اسلامی تعلیم کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہے، ایسے دشمن کے خلاف بعض شروط کے ساتھ تلوار چلانے کی اجازت دی گئی ہے، جن کا ذکر آگے آئیگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ لُغت کی رو سے جہاد کے معنے یہ تھے، کہ جس چیز سے بھی جہاد کیا جائے، اس کے خلاف اپنی ساری طاقتوں اور ساری قوتوں کو لگانا۔ لُغت ہمیں یہ نہیں بتاتی، کہ یہ جہاد کن چیزوں کے خلاف ہونا چاہیئے۔ لُغت کی رُو سے شیطانی جہاد بھی جہاد ہے، دنیوی جہاد بھی جہاد ہے، اور دینی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جہاد بھی جہاد ہے۔ اسلامی اصطلاح میں لفظ جہاد کے معنی تو وہی رہتے ہیں، جو لغت میں تھے، یعنے اَن تھک کوشش، اور سارے قویٰ کی توجہ اس چیز کی طرف جس کے خلاف جہاد ہو رہا ہو۔ مگر اسلامی اصطلاح نے ان چیزوں کو جن کے خلاف دینی جہاد کرنا چاہیئے، تین میں محدود کر دیا ہے ـــ نفس، شیطانی تعلیمات، اور تلوار کے زور سے مذہبی آزادی کو مٹانے والا دشمن۔

جہاد کی تین قسمیں اسلامی اصطلاح میں جہاد کے معنوں پر بحث کرتے ہوئے ہمیں معلوم ہوا تھا، کہ اسلامی تعلیم کے مطابق جہاد تین چیزوں کے خلاف کیا جاتا ہے، پس یہ تین قسم کا جہاد ہوا،
اوّل وہ جہاد جو نفس کے خلاف کیا جائے، اور اسے اسلامی اصطلاح میں "جہادِ اکبر" کہتے ہیں۔
دوم وہ جہاد جو شیطان اور شیطانی تعلیموں کے خلاف کیا جائے، اور اس کا نام "جہادِ کبیر" ہے۔
سوم وہ جہاد جو دشمن آزادئ مذہب کے خلاف کیا جائے اور یہ "جہادِ اصغر" کے نام سے موسوم ہے

جہادِ اکبر مجاہدہ نفس کو خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اکبر کہا ہے، حدیث میں آتا ہے عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ رَجَعَ مِنْ بَعْضِ غَزَوَاتِہٖ فَقَالَ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ (کشاف) یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنگ (غزوۂ تبوک) سے واپس لوٹ رہے تھے، تو آپ نے فرمایا، ہم جہادِ اصغر یعنی جنگ سے واپس آرہے ہیں، اور جہادِ اکبر یعنی مجاہدۂ نفس کی طرف جا رہے ہیں۔

مجاہدہ نفس تینوں قسم کے جہادوں میں سب سے بڑا اور سب سے افضل ہے، اور اسلام نے ہمیں یہی حکم دیا ہے، کہ جہاد کی ابتداء اپنے نفس سے کرو، اور جب اس میں ایک حد تک کامیاب ہو جاؤ، پھر اشاعتِ اسلام یا جہادِ کبیر کی طرف متوجہ ہو۔ چنانچہ فرمایا، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ (مائدہ-۱۴) اے مومنو! (جنہیں یہ یقین ہے، کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرنے والا خدا تعالیٰ کے قرب کو پالیتا ہے) سب سے قبل اپنے نفسوں کی فکر کرو، اور مجاہدۂ نفس اور تزکیۂ نفس میں لگے رہو، دوسروں کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتی، اگر تم خود راہِ ہدایت پر گامزن ہو، پس اپنے نفسوں کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اصلاح میں لگے رہو، اور انہیں خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں پر چلاؤ، تا اگر اس کا فضل تمہارے شامل حال رہے، تو تم نجات پا سکو، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، اور اصلاح نفس کی طرف توجہ کم کی، اور اشاعت اسلام میں لگے رہے، تو نتیجہ یہ ہوگا، کہ اوّل تو دوسروں پر تمہاری تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوگا، اور اگر ہو بھی، تو وہ تو ہدایت پا جائینگے، مگر خود تم ہلاک ہو جاؤ گے، پس تمہارا اوّلین فرض اصلاحِ نفس ہے، یہ فرض ادا کرنیکے بعد دوسرے فرائض کی طرف متوجہ ہونا۔

شیخ اسمٰعیل حقی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، فَلَا تَشْتَغِلُوْا قَبْلَ تَزْكِيَتِهَا بِتَزْكِيَةِ نُفُوْسِ الْخَلْقِ (تفسیر رُوح البیان) چاہیئے کہ تم اپنے نفوس کی اصلاح اور تزکیہ سے پہلے خلق خدا کے نفوس کی اصلاح میں نہ لگ جاؤ۔ اور تفسیر کشاف میں ہے، كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ تَذْهَبُ اَنْفُسُهُمْ حَسْرَةً عَلٰى اَهْلِ الْعُتُوِّ وَالعِنَادِ مِنَ الْكَفَرَةِ يَتَمَنَّوْنَ دُخُوْلَهُمْ فِى الْاِسْلَامِ فَقِيْلَ لَهُمْ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ وَمَا كُلِّفْتُمْ مِنْ اِصْلَاحِهَا وَالْمَشْيِ بِهَا فِیْ طُرُقِ الْهُدٰى ۔مؤمنین اس غم میں گھل رہے تھے کہ اسلام کے جانی دشمن کیوں اسلام قبول نہیں کرتے، اور اپنی دشمنی پر کیوں اڑے ہوئے ہیں، پس انہیں کہا گیا، کہ اشاعت اسلام سے قبل تمہیں اپنے نفسوں کی اصلاح کی فکر چاہیئے، اور چاہیئے کہ کسی اور کام سے پہلے تم اپنے نفسوں کو ان راہوں پر چلاؤ، جو قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

احادیث میں بھی جہاد اکبر کی طرف بہت تاکید سے توجہ دلائی گئی ہے، ترمذی میں ہے، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ مُسند احمد بن حنبل میں اس حدیث کے آخر میں فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ بھی ہے۔ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ حقیقی مجاہد یا بہترین مجاہد جو دوسری قسم کے مجاہدین پر فضیلت رکھتا ہے، وہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنے والا ہے۔ اس سے بھی مجاہدہ نفس کی افضلیت ظاہر ہے۔

ضمناً یہ بات ذکر کر دینا بھی ضروری ہے، کہ مختلف احادیث میں مختلف چیزوں کو سب سے بڑا جہاد کہا گیا ہے، کبھی آپ یہ فرماتے ہیں، کہ حج سب سے افضل جہاد ہے، کبھی فرماتے ہیں، کہ ظالم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بادشاہ کے سامنے سچی باتیں کہنا سب سے افضل جہاد ہے، اور کبھی یہ کہ دین کی راہ میں مارا جانا سب سے افضل جہاد ہے۔ پس ان احادیث میں بظاہر تناقض ہے، اور اس کو اس وقت تک حل نہیں کیا جا سکتا، جب تک کہ ہم جہاد کی ان تین قسموں کو اپنے سامنے نہ رکھیں۔ مَیں ان احادیث کا اپنی اپنی جگہ ذکر کروں گا، اور ان کا اپنی اپنی جگہ پر رکھنا ہی ان کا حل ہے۔ فتدبروا۔

بخاری میں ہے عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ فَقَالَ لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ مَیں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ یا رسول اللہ! ہم عورتیں دین کی خاطر جنگ کو تمام نیکیوں سے افضل خیال کرتی ہیں، پس کیا ہم جنگ میں شرکت نہ کیا کریں، تو آپ نے جواب دیا (اور جو بہت جامع اور قابلِ غور ہے) کہ سب سے افضل جہاد حج مبرور ہے۔ سوال میں تھا کہ "افضل العمل" سب نیک کاموں سے افضل، جواب میں آپ فرماتے ہیں "افضل الجہاد" اس جواب میں بڑے لطیف طریق پر سائلہ کی غلطی کو دُور کیا گیا ہے، سوال یہ کیا گیا تھا، نیکی کے کاموں میں سے صرف ایک کام کو ہم جہاد کہتی ہیں، اور وہ خدا تعالیٰ کی خاطر جنگ کرنا ہے، جواب یہ دیا جاتا ہے، کہ تم صرف جنگ کو جہاد کیوں کہتی ہو، تمام نیک کام جہاد میں شامل ہیں، کیونکہ جواب میں "افضل العمل حج مبرور" کی بجائے "افضل الجہاد حج مبرور" فرمایا۔ اگر یہ تصحیح ہونے کے بعد سوال پوچھا جاتا، تو یہ ہوتا کہ ہم عورتیں جہاد کی مختلف قسموں میں سے جنگ کو افضل سمجھتی ہیں، کیا ہم جنگ نہ کیا کریں، تو اس کا جواب آپ یہ دیتے ہیں، کہ تم جنگ کو افضل الجہاد سمجھنے میں غلطی کرتی ہو، افضل الجہاد تو مجاہدۂ نفس ہے، اور مجاہدہ نفس کے لئے جن اعمال کی ضرورت ہے ان میں سے عورتوں کے لئے حج مبرور سب سے افضل ہے، (حقیقت تو یہ ہے، کہ حج مبرور میں تمام نیکیاں ہی شامل ہو جاتی ہیں، فتدبروا) کیونکہ تزکیہ نفس کو دوسری قسم کے جہادوں پر برتری حاصل ہے۔ کیسے صاف الفاظ میں جہادِ اکبر کی افضلیت ثابت کی گئی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ دھوکہ نہ کھانا چاہیئے، کہ صحابہ کرامؓ لفظ جہاد کو صرف جنگ کے لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

استعمال کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حقیقتِ جہاد سے اچھی طرح واقف تھے، چنانچہ ایک روایت ہے۔ قَالَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ لِمَنْ سَأَلَهُ عَنِ الْغَزْوِ اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَاغْزُهَا وَابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَجَاهِدْهَا (لطائف المعارف لابن رجب الحنبلی صفحہ ۲۴۱) یعنی ایک صحابی سے کسی نے جنگ کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا، کہ پہلے اپنے نفس سے جنگ کرو، اور پہلے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرو، پھر کسی اور جہاد کی فکر کرنا۔

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ جہاد کے معنی ہیں، خدا تعالےٰ کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کی راہ میں اپنی تمام طاقتوں کا خرچ کرنا۔ جہاد نفس، شیطان اور دشمن آزادیٔ مذہب سے کیا جاتا ہے۔ مجاہدۂ نفس تمام جہادوں سے افضل ہے، جو شخص اس جہاد کو تو چھوڑ دیتا، اور صرف دوسرے جہادوں کی طرف اپنی توجہ کرتا ہے تو وہ اسلامی تعلیم کے خلاف چلنے والا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مجاہدۂ نفس کا کیا طریق اور سلوک کی کونسی راہیں ہیں، تو اس چھوٹے سے نوٹ میں اس کا تفصیلی جواب دینا محال ہے۔ مختصراً یہ کہ پڑھو قرآن، پھر پڑھو قرآن، پھر پڑھو قرآن، اور اس کے اوامر و نواہی پر غور کرو، اور پھر اس تعلیم پر عمل کرو، مجاھدِ نفس بن جاؤ گے۔

جہادِ کبیر دوسرے درجے پر جہادِ کبیر ہے، اور یہ اسی پر فرض ہے جو پہلے جہادِ اکبر کر چکا ہو، اور اس میں ایک حد تک کامیاب ہو چکا ہو، جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، کہ جہاد کی ابتداء جہادِ نفس سے کرنی چاہیئے۔

فرمایا۔ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (فرقان۔ ۵) تو قرآن کریم کو لیکر کھڑا ہو، اور قرآنی دلائل کے ساتھ ان کافروں سے جہادِ کبیر کر، اور ان تک اسلامی تعلیم پہونچا، اور ان کے دلوں سے شیطانی تعلیموں کو مٹا ڈال، کہ نور کے مقابلہ پر ظلمت ٹھہر نہیں سکتی، اور اسے جہادِ کبیر اس لئے کہا، کہ فَاِنَّ مُجَاهَدَةَ السُّفَهَاءِ بِالْحُجَجِ اَكْبَرُ مِنْ مُجَاهَدَةِ الْاَعْدَاءِ بِالسَّيْفِ۔" (روح البیان) جاہل کافروں کا مقابلہ دلائل کے ساتھ کرنا یقیناً تلوار سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے سے افضل ہے۔ اس آیت کریمہ میں جہاد کے معنے صرف اور صرف اشاعت اسلام کے ہی ہو سکتے ہیں، یہ مکی آیت ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جہاد بالسیف کی اجازت سے قبل نازل ہوئی تھی۔

قرآن کریم نے بار بار اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے، کہ مجاہدہ نفس کے بعد دلائل کے ساتھ اسلام کو پھیلانا بہت ضروری ہے، ہم اس وقت تک حقیقی صفائی کو حاصل نہیں کر سکتے، جب تک کہ اپنے ماحول کو صاف نہ کر دیں، پس مجاہدۂ نفس کے بعد اشاعت اسلام بہت بڑا جہاد ہے، اس لئے کہ ہمارا اپنا ماحول صاف ہو جائے، اور ہم ہر قسم کی کدورتوں سے بچ جائیں، اس لئے کہ خدائے عزّوجل کا نام بلند ہو، اس لئے کہ مخلوقِ خدا راہِ راست پر آئے، اشاعت اسلام ایک اہم فریضہ ہے۔

اشاعت اسلام کی خواہش دراصل مجاہدۂ نفس میں سے ہی پھوٹتی ہے، جب انسان حقوق اللہ کو کامل طور پر اور احسن طور پر بجا لاتا ہے، جب انسان کامل توحید کو پکڑتا، اور کامل اطاعت میں راحت پاتا ہے، جب انسان احکام الٰہی کی پابندی کرتا ہے، اور حقوق العباد منشاءِ الٰہی کے مطابق پورے کرتا ہے، جب مجاہدۂ نفس کرتے کرتے اسے پہلے خدا تعالےٰ سے محبت ہوتی، اور پھر خدا تعالےٰ کے واسطہ سے اس کے بندوں سے اُسے الفت ہوتی ہے، تو معًا اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے، کہ سبحان اللہ مجھے کیا کیا رُوحانی نعمتیں میسّر آئی ہیں، مگر اُف غضب ہو گیا، خدا تعالےٰ کے کتنے بندے ہیں، جو ان نعمتوں سے محروم ہیں، تب وہ آستانۂ الٰہی پر جھکتا ہے، اور گریہ وزاری کرتا ہے، کہ اے خدا تیرا بڑا احسان ہے، کہ تو نے اپنے قرب اور اپنی رضا کی راہیں مجھ پر کھولیں، اور بے انتہاء رُوحانی نعمتوں سے مجھے لطف اندوز کیا، مگر اے ہادی خدا تیرے کتنے ہی بندے ہیں، جو خود تجھ سے بے خبر ہیں، روحانی نعمتوں کا تو کیا کہنا، اے خدا میری راہبری کر، اور مجھ پر ان راہوں کو کھول، جن سے مَیں تیری تعلیم کو تیرے ان گمراہ بندوں تک پہونچا سکوں، تب اسے الہام ہوتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (ع ۱۰) یعنے اے میرے مؤمن بندے! بے شک اشاعت اسلام کی خواہش تو پسندیدہ ہے، مگر کیا تُو مجاہدۂ نفس کی منازل طے کر چکا ہے؟ کیا تُو نے توحید کامل کو پا لیا ہے جس کا قرآن تجھے سبق دیتا ہے؟ بندہ جوابًا

مسیح موعودؑ کی اپنی جماعت کو نصیحت

(آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو سے اقتباس)

ہرایک سچا سلسلہ جو دُنیا میں قائم ہوُا، ضرور دُنیا نے اس سے دشمنی کی ہے، سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو، ضرور ہے کہ تم سے بھی دشمنی کریں، سو خبردار رہو، نفسانیت تم پر غالب نہ آوے، ہرایک سختی کی برداشت کرو، ہرایک گالی کا نرمی سے جواب دو، تا آسمان پر تمہارے لئے اجر لکھا جاوے ...... یاد رکھو، کہ ہرایک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے، ممکن نہیں کہ اس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے، بلکہ ہرایک قول اسکا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈہ ہوتا ہے، بجز اسکے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم رُوح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو، تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے نکال دو، تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہونگے اور آسمان پر تم دنیا کیلئے ایک مفید چیز سمجھے جاؤ گے، اور تمہاری عمریں بڑھائی جائینگی، تمسخر سے بات نہ کرو، اور ٹھٹھے سے کام نہ لو۔ اور چاہیئے کہ سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہاری کلام پر رنگ نہ ہو، تا حکمت کا چشمہ تم پر کُھلے، حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں، لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پھیلاتی ہیں جہانتک ممکن ہو سکے، سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ، تا سامعین کیلئے موجب ملال نہ ہوں، جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا، اور نفسِ سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے، اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے، وہ ناپاک ہے، اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی، اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اس کے منہ پر جاری ہوتی ہے۔ پس اگر تم چاہتے ہو، کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں، تو نفسانی جوشوں سے دُور رہو، اور کھیل بازی کے طور پر بحثیں مت کرو، کہ یہ کچھ چیز نہیں، اور وقت ضائع کرنا ہے۔ بدی کا جواب بدی کے ساتھ مت دو، نہ قول سے نہ فعل سے، تا خدا تمہاری حمایت کرے، اور چاہیئے کہ دردمند دل کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش کرو، نہ ٹھٹھے اور ہنسی سے، کیونکہ مردہ ہے وہ دل جو ٹھٹھا اور ہنسی اپنا طریق رکھتا ہے، اور ناپاک ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے، اور نہ دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah
عرض کرتا ہے، کہ ہاں میرے خدا میں نے اپنی طاقت کے مطابق توحید کو پالیا ہے کیا تو نے اطاعت کامل کو اختیار کیا ہے؟ بندہ عرض کرتا ہے، ہاں میرے خدا میں نے اپنی طاقت کے مطابق اطاعت کامل کو اختیار کیا ہے۔ کیا تو نے دوسرے حقوق اللہ کو پورا کیا ہے؟ بندہ عرض کرتا ہے، ہاں میرے رب، اپنی استطاعت کے مطابق میں نے ایسا کیا ہے، کیا تو نے اپنے اعمال کو درست کیا ہے؟ بندہ عرض کرتا ہے، ہاں میرے رب میں نے اپنی طاقت کے مطابق ایسا کیا ہے، تب خدا کہتا ہے، کہ اے میرے بندے جا، اور دُنیا کے سامنے اپنا نمونہ پیش کر، اور انہیں بتا، کہ اسلامی تعلیم نے مجھے یہ بنا دیا ہے، خدا مجھ سے راضی ہے، تمہارے ساتھ میرا سلوک اچھا ہے، اگر تم بھی ایسا بننا چاہتے ہو، تو آؤ اسلامی تعلیم پر عمل کرو۔ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ اور جب تو نے دوسروں کے سامنے اپنا نمونہ پیش کر کے انہیں تبلیغ کی، اور اسلام کی طرف بلایا، تو گویا تو نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ مگر ساری دُنیا ابوبکر صدیقؓ کے رنگ کی نہیں ہوتی، جو اسوہ سے فائدہ اٹھا سکے، کچھ لوگ عمرؓ کی طرز کے بھی ہوتے ہیں، جنہیں منوانے کے لئے دلائل عقلیہ کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے فرمایا وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا۔ قرآن کریم دلائل عقلیہ سے بھرا پڑا ہے، اسلامی تعلیم کی حقانیت ان دلائل عقلیہ سے ثابت ہوتی ہے، جو لوگ دلائلِ عقلیہ کے محتاج ہیں، اُن کے سامنے یہ دلائل پیش کر، اور ان دلائل بیّنہ کے زور سے اسلام کی طرف بلا۔

پس اسلام نے تبلیغ کے دو طریق بتائے ہیں، اوّل اُسوۂ حسنہ یعنی اپنے اخلاق و اعمال کو قرآنی رنگ میں رنگین کر لینا، دُنیا خود بخود اسلام کی طرف کھچی آئیگی، دوم ان دلائل عقلیہ کو دُنیا کے سامنے پیش کرنا، جن سے قرآن کریم نے اپنی صداقت ثابت کی ہے۔ اسلام کی طرف بلانے کے صرف اور صرف یہ دو طریق ہیں، کہیں یہ ذکر نہیں ہے، کہ لوگوں کو اسلام کی طرف ڈنڈے سے ہانک کر لاؤ۔

اگر لوگ تمہارے اُسوۂ حسنہ کو دیکھیں، اور آنکھیں بند کر لیں، اگر وہ ان دلائل عقلیہ کو سُنیں اور سمجھنے سے انکار کر دیں، تو دیکھنا ایک طرف یہ خیال کہ دلائل اس قدر واضح اور بیّن ہیں، اور دُوسری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طرف یہ خیال کہ نمونہ اس قدر اعلےٰ پیش کیا گیا ہے مگر لوگ پھر بھی حق کو قبول نہیں کرتے تمہارے دلوں میں کبر اور دنیا داروں کی سی سختی نہ پیدا کرے، بلکہ چاہیئے کہ اس اسلامی نمونہ اور ان عقلی دلائل کو پیش کرتے ہوئے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (نحل-۱۲۶) مخالفین میں سے عقلمندوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف ایسے دلائل قطعیہ سے بلاؤ، کہ ان کے شبہات دُور ہو جائیں، اور مخالفین میں سے جو عوام ہیں، ان کے سامنے عام فہم دلائل رکھو، کہ وہ باریکیوں کے سمجھنے سے قاصر ہیں، اور مخالفین میں سے کج بحثوں کے ساتھ نرمی سے بحث کرو، تا وہ چڑ کر اسلام سے اور بھی دُور نہ جا پڑیں، آیت وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کے معنی تفسیر کشاف میں یُوں بیان کئے گئے ہیں،" بِالطَّرِیْقِ الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ طُرُقِ الْمُجَادَلَةِ مِنَ الرِّفْقِ وَاللِّیْنِ مِنْ غَیْرِ فَظَاظَةٍ وَلَا تَعْنِیْفٍ" یعنی مخالفین سے بحث کرنے کا جو بہترین طریق ہے اس سے کرو، یعنی محبت اور نرمی سے، اور بحث کرتے ہوئے ترش کلامی اور سختی سے پرہیز کرو۔ اور سندی نے اپنی کتاب "اللا ئحات البرقیات" میں اس کی یُوں تفسیر کی ہے، "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ اَیْ بِالْمُجَادَلَةِ الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ وَهِیَ الْمُجَادَلَةُ الْحَقَّانِیَّةُ الَّتِیْ تَكُوْنُ بِالرِّفْقِ وَاللِّیْنِ وَالصُّلْحِ وَالْعَفْوِ وَالتَّسَمُّحِ وَالْكَلَامِ بِقَدْرِ الْعُقُوْلِ وَالنَّظْرِ اِلٰی عَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ وَالصَّبْرِ وَالتَّاَنِّیْ وَالتَّحَمُّلِ وَالْحِلْمِ وَغَیْرِ ذَالِكَ مِنْ خَوَاصِ الْمُجَادَلَةِ"، یعنی مخالفین سے مذہبی بحث بہترین طریق سے کر، اور وُہ وُہ حقانی بحث ہے، جس میں محبّت، نرمی، چشم پوشی، عفو اور فراخدالی سے کام لیا جاتا ہے، اور جس بحث میں مخاطب کی سمجھ کے مطابق بات کی جاتی ہے، اور نتائج کو نظر انداز نہیں کیا جاتا، اور صبر اور بُردباری اور متانت اور تحمّل سے کام لیا جاتا ہے۔

پس دشمن کے سامنے اعلیٰ نمونہ اور دلائل عقلیہ قطعیہ پیش کر کے اسے اسلام کی دعوت دینی چاہیئے، اور یہ نمونہ اور دلائل اس کے سامنے ایسے رنگ میں پیش کرنے چاہئیں، کہ جس کا اس پر زیادہ سے زیادہ اثر ہو، اور تبلیغ کرتے وقت کسی قسم کی سختی اور ترش کلامی نہیں کرنی چاہیئے، کُجا یہ کہ اُسے تلوار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے اسلام کی دعوت دی جائے۔

لیکن اگر دشمن نہ گھائل کر دینے والے نمونہ کو دیکھے، نہ قائل کر دینے والے دلائل کو سُنے، اور نہ نرمی سے کچھ فائدہ اٹھائے، بلکہ نرمی سے اور بھی تیز ہو، تو یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے، کہ مسلمان یہ سمجھتے ہوئے کہ تعلیم بہت اعلیٰ ہے، اور مخالفین کا اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، کہیں اسلامی تعلیم کی اشاعت جبر و تشدد سے نہ کرنے لگ جائیں، اسلام کو اس خطرہ سے محفوظ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ تعلیم دی ہے، کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (بقرہ - ۳۴) یعنی اگر دشمن تمہارے نمونہ کو نہیں دیکھتا، نہ دیکھے، تمہارے واضح اور بیّن دلائل کو نہیں سُنتا، نہ سُنے، اور نرمی کے مقابلہ میں سختی کرتا، اور گالی گلوچ پر اُتر آتا ہے، اُسے ایسا کرنے دو، مگر دیکھنا تم دین کے معاملہ میں جبر کبھی روا نہ رکھنا، کہ یہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں

دین میں جبر کی ممانعت کیوں کی؟ قرآن کریم کا یہ خاصہ ہے، کہ وہ اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کے موافق دلائل بھی ہمارے سامنے پیش کرتا ہے، خدا تعالےٰ نے جب دین میں جبر کی ممانعت کی، تو ساتھ ہی یہ بھی بتایا، کہ ایسا کیوں نہیں کرنا چاہیئے، مَیں اس وقت اکراہ کے خلاف قرآن کریم کے بتائے ہوئے تین دلائل پیش کرتا ہوں:۔

اوّل - جبر فی الدین ممنوع ہے، اس لئے کہ جبر کی ضرورت نہیں۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (بقرہ - ۳۴) اسلامی تعلیم کے آنے کے بعد حق و باطل اور راستی و گمراہی میں فرق اس قدر نمایاں ہو گیا ہے، کہ یہ ہو نہیں سکتا، کہ صبر اور استقلال کے ساتھ خدا تعالےٰ کے بتائے ہوئے طریق پر تم تبلیغ کرو، اور تمہارے دشمنوں پر اسلامی تعلیم کا اثر نہ ہو۔ اب تک نیک نتائج کا نہ پیدا ہونا یہ بتاتا ہے، کہ یا تو تم نے صحیح طریق پر تبلیغ نہیں کی، اور یا پھر صبر اور استقلال سے تبلیغ نہیں کی، ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ حق و باطل میں اتنا نمایاں فرق ہو، اور اُسے صحیح رنگ اور صحیح طریق پر مخالفین کے سامنے پیش کیا جائے، اور پھر بھی وہ نہ مانیں، اِلَّا مَا شَاءَ اللہ۔

دوم - خدا تعالےٰ نے انسان کی فطرت کو مذہبی آزادی بخشی ہے، ہمارا کسی مذہب کی پیروی کرنا یا نہ کرنا خود ہمارے اختیار میں ہے، اور یہ مذہبی آزادی ہی ہے، جس نے انسان کو فرشتہ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی کہیں بڑھکر بنا دیا ہے، پس جب خود خدا تعالےٰ نے انسانی فطرت کو مذہبی آزادی بخشی، تو ہم کون ہوتے ہیں، جو اس سے اس آزادی کو چھینیں، اور اس طرح خدا تعالےٰ پر یہ الزام لگائیں، کہ گویا اس نے انسانی فطرت کو آزاد بنانے میں ایک غلطی کا ارتکاب کیا تھا، اور ہم اس سے اس آزادی کو چھین کر اس غلطی کا ازالہ کرتے ہیں، جو خدا تعالےٰ سے سرزد ہوئی (عیاذاً باللہ)

فرمایا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا (یونس - ۱۰) اگر خدا تعالےٰ یہ چاہتا، کہ ہر زمانہ اور مکان کے لوگ اس کی باتوں پر ایمان لے آتے، اور اس کی بھیجی ہوئی تعلیم پر عمل کرتے، تو یقیناً ہر انسان ایسا ہی کرتا، اور دین کے بارہ میں اُن میں کوئی اختلاف نہ ہوتا، مگر خدا تعالیٰ کی حکمت نے یہی تقاضا کیا، کہ وہ انسان کی فطرت کو اس بارہ میں آزاد بنائے اب جب خدا تعالےٰ کی مشیت ہی یہی تھی کہ انسانی فطرت آزاد ہو، تو پھر اگر ہم اس مشیتِ الٰہی کے خلاف کسی انسان کو کسی مذہب کے ماننے پر مجبور کریں، تو ہم خدا تعالےٰ پر ایک الزام لگا کر ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کریں گے، پس دین کے معاملہ میں جبر سخت ناپسندیدہ ہے۔

سوئم:۔ کسی تعلیم پر ایمان لانے کے معنی ہیں، دل سے یہ اقرار کرنا کہ یہ تعلیم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور پھر اس اقرار کے مطابق اپنے اعمال کو ڈھالنا، صرف مُنہ سے اقرار کرنے کا نام ایمان نہیں، پس اکراہ فی الدین اس لئے بھی جائز نہیں، کہ حقیقی ایمان جبر سے پیدا ہی نہیں ہو سکتا جبر سے ہم زبانوں کو منوا سکتے ہیں، جبر سے دل نہیں مانا کرتے، فرمایا۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ہ (یونس - ۱۰) بے شک تو اتنا جبر تو کر سکتا ہے، کہ لوگوں کی زبانیں ایمان لے آئیں، مگر کیا تیرے لئے یہ ممکن ہے، کہ تو جبر کو اس حد تک پہونچا دے، کہ لوگ حقیقی رنگ میں ایمان لے آئیں، اور ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے، اگر جبر کے بعد بھی وہ دل سے ایمان نہ لائے، تو وہ ایمان لائے ہی نہیں، اور اگر وہ جبر کے بعد بھی مومن نہ بنے، تو پھر جبر کا فائدہ ہی کیا۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے، اور دل پر دُنیا کی کوئی طاقت جبر نہیں کر سکتی، پس جہاں تک دل کا تعلق ہے، ایمان کے بارہ میں جبر ہو ہی نہیں سکتا، جو چیز ممکن ہی نہیں، اس کے کرنے کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوشش ہی کیوں کرنا۔

پس اکراہ فی الدین تین وجوہ سے ناجائز ہے، حق و باطل میں فرق عیاں ہے، جبر کی ضرورت ہی نہیں، جبر کی کوشش کرنا خدا تعالیٰ کی ذات پر بہت بڑا الزام لگانا ہے، کہ نعوذ باللہ انسانی فطرت کو مذہبی آزادی دینے میں اس نے ایک غلطی کا ارتکاب کیا، جبر زیبا ہی نہیں، ایمان کا تعلق دل سے ہے، دل پر جبر ہو نہیں سکتا، جبر دراصل ممکن ہی نہیں۔

پس اس میں ذرّہ بھی شک نہیں کیا جا سکتا، کہ اسلام نے پوری مذہبی آزادی ہر قوم اور ہر فرد کا حق تسلیم کیا ہے، اور دین میں جبر کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے، اور اسے اس قدر ناپسند کیا ہے، کہ اگر کوئی قوم دوسری قوم سے ان کے اس حق کو چھیننا چاہے تو اس ظالم قوم کے خلاف خواہ وہ مسلم ہو، یا غیر مسلم، جنگ کو جائز بلکہ ضروری قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے جا کر قرآنی آیات سے ثابت کیا جائے گا، انشاء اللہ۔

جہادِ کبیر کی فضیلت جہادِ کبیر کی فضیلت اس بات سے عیاں ہے، کہ "مجاہدۂ نفس" اور "تبلیغ" جب مل گئے، تو امّتِ محمدیہ کو خیر الامم بنا دیا، فرمایا۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ (آل عمران-۱۲) تم تمام امّتوں سے افضل ہو، اس لئے کہ جب تم تزکیۂ نفس کر چکتے ہو، اور مجاہدۂ نفس کی منازل ایک حد تک طے کر چکتے ہو۔ تو تم دوسروں کے نفوس کے تزکیہ کی فکر میں لگ جاتے ہو، اور انہیں نیک اعمال کے کرنے پر اُبھارتے ہو، اور بُرے کاموں سے روکتے ہو، پس تم خیر الامم ہوئے، اور تمہاری جزاء بھی خیر الجزاء ہے، گو مجاہدۂ نفس کے بعد ہے، مگر کتنا اہم فریضہ ہے تبلیغ و تربیت جس نے امّتِ محمدیہ کو خیر الامم بنا دیا۔ حدیث میں ہے۔ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ سُئِلَ وَھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ قَالَ آمَرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْھَاھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاَتْقَاھُمْ لِلّٰہِ وَاَوْصَلُھُمْ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے تو آپ سے سوال کیا گیا، کہ سب سے افضل انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا، جو نیکیوں پر سب سے زیادہ تحریص دلانے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والا ہو، اور بدیوں سے سب سے زیادہ روکنے والا ہو، اور پھر ساتھ اس کے وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بھی سب سے زیادہ ادا کرنے والا ہو، یعنی جو شخص مجاہدۂ نفس میں دوسرے لوگوں پر فوقیت لے گیا، اور پھر فریضۂ تبلیغ کے ادا کرنے میں بھی وہ سب سے آگے رہا، تو یہ وہ شخص ہے، جو سب لوگوں سے زیادہ افضل ہے۔

اور محض جہادِ کبیر کے دائرہ کے اندر وہ شخص سب سے زیادہ افضل ہوگا، جو اس جہاد میں اپنے نفس و مال کو قربان کرتا ہے، حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ اَلَا اِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (مسند احمد بن حنبل جلد ثالث صفحہ ۱۹) دیکھو سب سے بڑا جہاد ایک جابر اور ظالم بادشاہ کو حق کی بات پہونچانا ہے، انسان جب جنگ میں جاتا ہے، تو امید ہوتی ہے، کہ وہاں سے بچکر واپس لوٹیگا، اس کا مال وغیرہ تو گھر میں محفوظ ہی ہوتا ہے، مگر جابر اور ظالم بادشاہ کے پاس سچی سچی باتیں کہنے والے کا غالب گمان یہ ہوتا ہے، کہ وہ بھی مارا جائیگا، اس کا خاندان بھی تباہ ہوگا، اور اس کی جائداد بھی غصب کر لی جائیگی۔ اشاعت حق میں اس قدر قربانی کرنے والا یقیناً دوسرے مبلّغین پر فوقیت رکھتا ہے۔ پس یہ حدیث حضرت عائشہؓ والی حدیث کے خلاف نہ ہوئی جس میں حج مبرور کو افضل الجہاد کہا گیا تھا، وہاں مجاہدۂ نفس کے متعلق بات ہو رہی تھی، یہاں اشاعت حق کا ذکر ہے۔

اس وقت تک مجاہدۂ نفس، اشاعت اسلام، اور انکے احکام کے متعلق ذکر ہوا ہے۔ اسلام نے جہاد کو نفس سے شروع کیا ہے، اور پھر اسے طبعی اور فطرتی پھیلاؤ دیا ہے، پہلے اپنے نفسوں کی درستی کرو، پھر غیروں کے نفسوں کی درستی کیطرف متوجہ ہو، اُنکے سامنے پیش کیا کرنا ہے؟ اپنا نمونہ اور قرآنی دلائل۔ اپنا نمونہ اور قرآنی دلائل پیش کیسے کرنے ہیں؟ حکمت اور نرمی سے۔ اگر دشمن حکمت کی باتوں کی قدر نہ کرے، اور نرمی سے فائدہ نہ اٹھائے تو پھر؟ پھر بھی دین میں جبر نہیں کرنا، کہ اول اسکی ضرورت نہیں، دوم اس سے خدا تعالیٰ کی ذات پر الزام آئیگا، کہ اس نے انسانی فطرت کو آزاد بنانے میں غلطی کھائی، سوم ایمان دل میں پیدا ہوتا ہے، اور دلوں پر جبر ممکن نہیں، لیکن اگر دشمن لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کو نہ مانے، اگر وہ تلوار کے زور سے یا تو اپنے مذہب میں داخل کرنا چاہے، اور یا کسی دوسرے مذہب میں داخل ہونے سے روکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہب کیا ہے؟

اسلام اور علمیات ۔ یا ۔ عقل اور الہام

(۲)

(از حقانی ۔ ایم ۔ اے)

جہاں تک مذہب کے وجدانی پہلو کا تعلق ہے، پنڈت جواہرلال نہرو جی کو مذہب کی اہمیّت کا احساس ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں" یہ (مذہب) تقریبًا ہمیشہ اندھے یقین اور رجعت پسندی، تحکمانہ عقائد اور تعصّب، توہّمات اور دوسروں سے فائدہ اٹھانے، اور مستقل مفاد کے تحفّظ کا حامی معلوم ہوتا ہے لیکن تاہم بھی مَیں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس میں کچھ اور چیز ہے جو انسان کی عمیق باطنی تمنّاؤں کو پُورا کرتی ہے" (سوانحعمری پنڈت جواہرلال نہرو صفحہ ۳۷۷)

لیکن جب اس سوال کا جواب دیا جاتا ہے کہ وہ کیا ہے؟ تو مشکلات کا دروازہ بھی ساتھ ہی کُھل جاتا ہے، چنانچہ محولہ بالا سطور میں جہاں پنڈت جی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے، کہ مذہب میں کچھ اور چیز ہے جو بنی نوع انسان کی عمیق باطنی تمنّاؤں کو پُورا کرتی ہے، وہیں یہ رائے بھی ظاہر کی ہے کہ مذہب کورانہ تقلید، رجعت پسندی، تعصّب و توہّمات، خوش اعتقادی، اور مستقل مفاد کے تحفّظ کا حامی ہے۔ پھر اسی اعتراض کو ان الفاظ میں دُہرایا ہے " یہ (مذہب) مجھے واضح فکر کا دشمن معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ صرف چند قائم و ثابت، اور غیر مبدل نظریات و عقائد کو بلاچون وچرا تسلیم کرنے پر ہی مبنی نہیں، بلکہ جذبات و احساسات، جوش و ولولہ بھی اس کی نیو میں شامل ہیں" (صفحہ ۳۷۷)

پنڈت جی نے ان چند سطور میں بہت سی باتوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ مَیں اس وقت صرف مرکزی اعتراض کو لینا چاہتا ہوں جو اس خیال پر مبنی ہے کہ مذہب عقل کا دشمن ہے جیسا کہ مَیں پہلے لکھ آیا ہوں

نوٹ: پنڈت جواہرلال نہرو، گاندھی جی اور ڈاکٹر اقبال، باؤنس اور ٹالسٹائی کے اصل حوالے انگریزی میں ہیں مَیں نے انکا ترجمہ ہی پیش کرنے پر اکتفا کی ہے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب مذہب منظم شکل اختیار کرتا ہے، تو اس کی عمومیت سے بحث نہیں ہوسکتی، جب فطری تقاضا ظاہری شکل میں آتا ہے، تو لامحالہ وہ کوئی خاص صورت اختیار کریگا، اور ان حالات میں اس خاص شکل یا خاص مذہب ہی سے بحث کی جا سکتی ہے۔

مجھے تسلیم ہے، کہ دُنیا میں ایسے مذاہب پائے جاتے ہیں جو کورانہ تقلید اور خلاف عقل امور کو ماننا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں، اور مذہب میں عقل کو دخل دینا ناجائز قرار دیتے ہیں، اور اس بات کے قائل ہیں کہ کسی چیز میں ایمان لانے کے معنی ہی یہ ہیں، کہ وہ خلافِ عقل ہے۔ ٹالسٹائی نے بھی عیسائیت کے اسی پہلو پر اعتراضات کئے ہیں، اور بتایا ہے کہ سچا مذہب کبھی خلافِ عقل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "سچا مذہب عقل اور علم کے مطابق ایک رشتہ ہے، جو انسان لامحدود حیات کے ساتھ جو اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے قائم کرتا ہے، اور یہ ایسی نوعیت کا ہے، جو اس کی زندگی کو اس لامحدود ہستی سے وابستہ کرتا ہے، اور اس کے اعمال میں رہنمائی کرتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اس کے بعد اس نے (Church Christianity) کلیسائی عیسائیت پر چند اعتراضات کئے ہیں، جن کا خلاصہ ہم ذیل میں دیتے ہیں:۔

لوگوں نے عیسائیت کی شکل کو اس لئے بگاڑ دیا ہے، کہ اس نے انسانی اخوت کی تعلیم واضح ترین الفاظ میں دی تھی، اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے دِقتیں تھیں، اور قربانیوں کی ضرورت۔ اس لئے اپنے بچاؤ کے لئے لایعنی عقائد وضع کئے گئے، مثلاً عشائے ربانی کا مسئلہ کہ روٹی اور شراب حضرت مسیح کا گوشت و لہو بن جاتے ہیں، اور اس کا کھانا موجب نجات ہے۔ والٹیر نے کیا خوب کہا ہے، کہ گو دُنیا کے مذاہب میں بہت سی لغو باتیں پائی جاتی ہیں، مگر ایسی بیہودہ بات کہیں نہیں ملتی جس میں اپنے خدا کو کھانا مذہبی فریضہ میں شامل ہو۔ پھر اس سے زیادہ اور کیا بات خلاف عقل ہو سکتی ہے، کہ ہندؤں کی طرح تین خدا برہما، وشنو اور شو نہ مانے جائیں، بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ ایک بھی ہے، اور تین بھی۔ اسی طرح اس سے بڑھکر اور کیا بداخلاقی کی بات ہوسکتی ہے، کہ منتقم اور غضب آلودہ خدا لوگوں کو آدم کے گناہوں کے بدلے سزا دیتا ہے، اور اس سے بچنے کے لئے خدا نے اکلوتے بیٹے کو دُنیا میں یہ جانتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوئے بھیجا کہ لوگ اس کو صلیب پر لٹکا دینگے، اور اس طرح اپنی عاقبت خراب کرلیں گے، اور اب ان کی نجات کا واحد ذریعہ بپتسمہ لینا ہے۔ اس قسم کے اعتقاد ہونٹوں سے بیان تو کئے جا سکتے ہیں، لیکن کوئی شخص ان میں ایمان نہیں رکھ سکتا۔ اور ایک بہت بڑے مقتدائے کلیسا کا یہ کہنا کہ credo quia absurdum یعنی "میں ایمان لاتا ہوں کیونکہ یہ لایعنی ہے" درحقیقت کوئی معنے نہیں رکھتا، کیونکہ جس بات کو میں جانتا ہوں، کہ وہ خلاف عقل ہے، اس میں یقین کیسے کیا جا سکتا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے "آدمی ہر قسم کے الفاظ اپنے ہونٹوں سے دوہرا سکتے ہیں، لیکن ان چیزوں میں ایمان اور یقین نہیں رکھ سکتے، جن کے کوئی معنے نہیں۔ یہ زبان سے کہنا تو ممکن ہے کہ حضرت مسیح اُڑ کر آسمان پر چلے گئے، اور اپنے باپ کے پہلو میں جا بیٹھے، یا خدا ایک بھی ہے، اور تین بھی، لیکن کوئی شخص ان چیزوں کو باور نہیں کر سکتا، کیونکہ ان الفاظ کے کوئی معنے نہیں، اس لئے ہمارے زمانہ کے لوگ جو محرف عیسائیت میں ایمان رکھنے کا اعلان کرتے ہیں، در حقیقت کسی چیز میں بھی یقین نہیں رکھتے۔"

موجودہ عیسائیت کی طرح دُوسرے مذاہب میں بھی ایسے لایعنی عقائد پائے جاتے ہیں، اور کورانہ تقلید میں لوگ ایسے اسیر ہیں، کہ عقل و شعور کو کام میں لانا پسند نہیں کرتے مجھے اس بات کا بھی اعتراف ہے، کہ بدقسمتی سے مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب کو بگاڑ لیا ہے، اس لئے میں پنڈت جی کے اعتراض کا جواب، احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نقطۂ نظر سے ہی دُونگا۔

جہانتک اسلام کا تعلق ہے، وہ کسی لایعنی بات کو منوانا نہیں چاہتا۔ قرآن حکیم کو کہیں سے کھول کر دیکھ لو، ہر جگہ عقل و شعور سے کام لینے پر زور دیا گیا ہے، اور اس بات کی تلقین کیگئی ہے کہ آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید نہ کرو، بلکہ عقل اور سمجھ سے کام لیکر "حق" کی پیروی کرو، اور "مشاہدۂ حق" کی نعمت حاصل کرو، چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے لیکچر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا آغاز ہی اس فقرہ سے فرماتے ہیں:-

"دعویٰ اور دلیل الہامی کتاب سے ہونا ضروری ہے" اور پھر آخری سوال "علم یعنی گیان اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معرفت کے ذرائع اور وسیلے" کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں" اب جاننا چاہیئے کہ پہلی قسم کا جو علم ہے یعنی علم الیقین اس کا ذریعہ عقل اور منقولات ہیں۔ اللہ تعالےٰ دوزخیوں سے حکایت کر کے فرماتا ہے، قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ یعنی دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم عقلمند ہوتے اور مذہب اور عقیدہ کو معقول طریقوں سے آزماتے یا کامل عقلمندوں اور محققوں کی تحریروں اور تقریروں کو توجہ سے سُنتے تو آج دوزخ میں نہ پڑتے۔ یہ آیت اس دوسری آیت کے موافق ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی خدا تعالیٰ انسانی نفوس کو ان کی وسعت علمی سے زیادہ کسی بات کو قبول کرنے کے لئے تکلیف نہیں دیتا، اور وہی عقیدے پیش کرتا ہے جن کا سمجھنا انسان کی حدِّ استعداد میں داخل ہے تا اس کے حکم تکلیف مالایطاق میں داخل نہ ہوں" (ص ۱۴۱)

پھر فرماتے ہیں:۔" اس جگہ یاد رہے کہ قرآن شریف صرف سماع کی حد تک محدود نہیں ہے کیونکہ اس میں انسانوں کو سمجھانے کے لئے بڑے بڑے معقول دلائل ہیں، اور جس قدر عقائد اور اصول اور احکام اس نے پیش کئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایسا امر نہیں جس میں زبردستی اور تحکم ہو جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے، کہ یہ سب عقائد وغیرہ انسان کی فطرت میں پہلے سے منقوش ہیں، اور قرآن شریف کا نام ذکر رکھا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے، هٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ یہ قرآن بابرکت کوئی نئی چیز نہیں لایا، بلکہ جو کچھ انسان کی فطرت اور صحیفہ قدرت میں بھرا پڑا ہے، اس کو یاد دلاتا ہے، اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے، لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ یعنی دین کوئی بات جبر سے منوانا نہیں چاہتا، بلکہ ہر ایک بات کے دلائل پیش کرتا ہے" (ص ۱۴۲)

اگر پنڈت جی محولہ بالا عبارتوں کو غور سے پڑھیں، تو انہیں معلوم ہو جائے گا، کہ تمام مذاہب عقل کے دشمن نہیں، بلکہ اسلام عقل و فکر سے کام لینے پر زور دیتا ہے۔ لیکن مَیں ان کی تسلّی کے لئے ذرا اور زیادہ اس مسئلہ کی گہرائیوں میں اُترنا چاہتا ہوں، تا انہیں معلوم ہو جائے، کہ اسلام نے عقل اور مذہب کا کیا رشتہ قائم کیا ہے، عقل کی حدود کہاں ختم ہوتی ہیں، اور الہام علم و معرفت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقطّعاتِ قرآنی

(از سیّدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

[سورۂ یونس کی پہلی آیت الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ کی تفسیر کرتے ہوئے سیّدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مقطّعات قرآنی پر مندرجہ ذیل لطیف تقریر بیان فرمائی۔]

حروف مقطعات اپنے اندر بہت سے راز رکھتے ہیں، ان میں سے بعض راز بعض افراد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، جن کا قرآن کریم سے ایسا گہرا تعلق ہے، کہ ان کا ذکر قرآن کریم میں ہونا چاہیئے، لیکن اس کے علاوہ یہ الفاظ قرآن کریم کے بعض مضامین کے لئے قفل کا بھی کام دیتے ہیں، کوئی پہلے ان کو کھولے تب ان مضامین تک پہونچ سکتا ہے، جس جس حد تک ان کے معنوں کو سمجھتا جائے اسی حد تک قرآن کریم کا مطلب کھلتا جائے گا۔

میری تحقیق یہ ہے کہ جب حروف مقطعات بدلتے ہیں، تو مضمونِ قرآن جدید ہو جاتا ہے، اور جب کسی سورت کے پہلے حروف مقطعات استعمال کئے جاتے ہیں، تو جس قدر سورتیں اس کے بعد ایسی آتی ہیں، جن کے پہلے مقطعات نہیں ہوتے، ان میں ایک ہی مضمون ہوتا ہے اسی طرح جن سورتوں میں وہی مقطعات دہرائے جاتے ہیں، وہ ساری سُورتیں مضمون کے لحاظ سے ایک ہی لڑی میں پروئی ہُوئی ہوتی ہیں۔

میری تحقیق میں سورہ بقرہ سے لیکر سورہ توبہ تک ایک ہی مضمون ہے، یہ سب سورتیں الٓمٓ سے تعلق رکھتی ہیں، سورہ بقرہ الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے، پھر سورہ آل عمران بھی الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے، پھر سورہ نساء سورۂ مائدہ اور سورہ انعام حروف مقطعات سے خالی ہیں، اور اس طرح گویا پہلی سورتوں کے تابع ہیں، جن کی ابتداء الٓمٓ سے ہوئی ہے۔ ان کے بعد سورۂ اعراف الٓمٓصٓ سے شروع ہوتی ہے، اس میں بھی وہی الٓمٓ موجود ہے، ہاں حرف صٓ کی زیادتی ہوئی ہے، اس کے بعد سورہ انفال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے لئے کتنا ضروری ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی ثابت ہو جائے گا، کہ اسلام ہی دُنیا میں واحد مذہب ہے جو حقیقی معرفت بخشتا ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم و معرفت کے ذرائع اور وسائل پر بحث کرتے ہوئے (Epistemology) علمیات کے ایسے رموز و معارف بیان فرما دیئے ہیں، کہ اس موضوع پر فلاسفہ میں جو بحث و تکرار چلی آتی ہے اس کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے قرآن حکیم کی رُو سے علم کے تین مدارج قرار دیئے ہیں، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ "علم الیقین وہ ہے کہ شئے مقصود کا کسی واسطہ کے ذریعہ سے نہ بلا واسطہ پتہ لگایا جائے، جیسا کہ ہم دھوئیں سے آگ کے وجود پر استدلال کرتے ہیں۔" اگر ہم آگ کو دیکھ لیں تو یہ عین الیقین ہے،" اور اگر ہم اس آگ میں داخل بھی ہو گئے ہیں، تو اس علم کے مرتبہ کا نام قرآن شریف کی رُو سے حق الیقین ہے۔" علم الیقین کے ذرائع عقل اور منقولات اور انسانی فطرت یا کانشنس ہیں۔ عین الیقین کے وسائل الہام، وحی و کشوف ہیں۔ اور حق الیقین کا ذریعہ شرعی ہدایتوں کا عملی رنگ میں آنا" اور عمل کرنے والوں کا اپنا ہی وجود ایک نسخہ مکمل خدا کی ہدایتوں کا ہو جانا ہے۔"

فلسفہ میں علمیات کی بحث کانٹ کے زمانہ سے خاص اہمیت رکھتی ہے، کانٹ نے جہاں عقلئین کے بُت پندار کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے، وہاں فلسفہ کی بے مائگی کو بھی عریاں کر دیا ہے۔ قدرت کے محیر العقول نظام کو دیکھ کر انسانی فطرت بے اختیار پکار اٹھتی ہے، کہ انسانی زندگی کا کوئی مقصد ہے، وہ بے کار پیدا نہیں کیا گیا، اس کا وسیع کائنات کے منبع کے ساتھ کوئی رشتہ، کوئی تعلق ہے، اور اس تعلق کی وجہ سے اس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں جن کو پُورا کئے بغیر وہ مقصد حیات کے حصُول میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ ایمان جہاں اپنے لئے دلائل چاہتا ہے، اور معقولی رنگ میں اپنی تائید کا طالب ہوتا ہے، وہاں اس اجمال کی تفصیل کا بھی خواہاں ہے۔ فلسفہ اور سائنس حیرت و استعجاب سے شروع ہوتے ہیں، اور اس عالم کی کُنہ، ماہیت اور حقیقت کو معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ سائنس انسانی حواس کے ذریعہ، تجربہ و مشاہدہ سے اس عالم کی حقیقت کو پانا چاہتی ہے، لیکن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظاہر ہے، کہ انسانی حواس مادہ سے ماوراء ہستی تک نہیں پہونچ سکتے۔ ان کی حد محسوسات تک ہے، لیکن پھر بھی سائنس کو ایسے وجودوں پر یقین لانا پڑتا ہے، جو محسوسات کی حد سے باہر ہیں، مثلاً ایتھر Ether یا مادہ کے انتہائی تجزیہ کے بعد Electrons یا برق پاروں کا وجود۔ سائنس نے مادہ کی کُنہ، انتہائی تجزیہ کے بعد یہی معلوم کی ہے، کہ وہ متحرک اور رقصاں برق پارے ہیں، گویا مادہ کا ذرہ ایک نور ہے، جو شیشی میں بند ہے۔ اس تحقیق کو قرآنی ارشاد سے ملایئے، اور حظ اُٹھایئے۔ فرمایا، اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ط (سورۃ نور۔ ع ۵)

کانٹ نے (critique of pure Reason) تنقید عقلِ خالص میں عقل کے پرخچے اُڑاتے ہوئے ثابت کیا ہے، کہ ہم اشیاء کے خواص اور صفات کو تو جان سکتے ہیں، مگر ان کی کُنہ تک نہیں پہونچ سکتے۔ اشیاء کے متعلق ہمارا علم خارجی اثرات اور اندرونی ترجمانی پر منحصر ہے۔ ہم چیزوں کو محسوس کرتے ہیں، اور اپنے دماغی سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ ہمیں ایک چیز کے متعلق جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ محسوسات (Perceptions) اور ادراک و محسوسات، اور فہم کے مخصوص طریق ہائے کار یا معقولات (Categories) کے امتزاج کا نتیجہ ہے، اور (Thing-in-itself) اشئے بذاتِ خود ہماری حدِّ ادراک سے باہر ہے۔ کائنات کے متعلق ہمارا علم (Phenomena) مظاہر تک محدود ہے، اور (Noumena) حقیقت تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی۔ پھر (critique of practical Reason) تنقید عقل عملی میں اخلاقیات پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے، کہ یہ ہمارا ایمان ہے، اور ذوق و وجدان جو خدا، یوم الآخرت اور ارادہ میں اختیار پر یقین کرنے میں ہمیں مجبور کرتا ہے۔ اور اخلاق کی بنیاد ان باتوں میں ایمان لائے بغیر استوار نہیں ہوسکتی۔

الغرض جب ہم سائنس اور فلاسفہ کے نتائج کو دیکھتے ہیں، تو اسلامی نقطۂ نگاہ سے وہ علم الیقین کی حد سے آگے نہیں بڑھنے پاتے۔ جیسا کہ میں ابتداء میں لکھ آیا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے علم الیقین کے ذرائع محسوسات، عقل اور انسانی فطرت یا کانشنس بتائے ہیں، اور ظاہر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے کہ فلسفہ اور سائنس ان سے آگے بڑھنے نہیں پاتے۔ لیکن اسلام اس سے آگے بڑھتا ہے، اور عین الیقین کا طریق بتاتا ہے، وہ کیا ہے؟ — الہام — کانٹ بحیثیت ایک فلسفی کے عقل کی حدود متعین کرتا ہے اور فطرت کے تقاضوں کی تائید تو کرتا ہے لیکن اس سے آگے اس کے قدم نہیں اُٹھ سکتے کیونکہ وہ اس کوچہ سے نابلد ہے۔ ظاہر ہے کہ فلسفی ہونے کی حیثیت سے عالم کی کُنہ دریافت کرنا اس کا مقصد تھا، مگر وہ اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ یہ ناممکن ہے اور فلسفہ اخلاق کے ضمن میں سب سے مقدم بات جسے ثابت کرنا اس کے ذمہ تھا وہ انسان کا اپنے اعمال میں خودمختار ہونا ہے اور پھر اسے بتانا تھا کہ نیکی کامیابی اور حقیقی شادمانی کی کنجی ہے لیکن وہ دیکھتا ہے کہ دُنیا میں نیک دکھ و مصائب اٹھاکر چل بستے ہیں" اور (Virtue) نیکی اور (Happiness) خوشی کا ملاپ نہیں ہوتا اس لئے یوم الآخرت، حیات بعد الممات میں یقین لانا ضروری قرار دیتا ہے، اور پھر ان اخلاقی نتائج کو معرض وجود میں لانے کے لئے خدا کی ہستی بھی تسلیم کرنی پڑی۔ مگر ظاہر ہے کہ ان کا قطعی ثبوت اس کے پاس کچھ نہیں۔ انسانی ضمیر آدمی کے قلب کی اتھاہ گہرائیوں کی ایک پکار ہے، وبس۔ اس کے برخلاف اسلام کو دیکھئے کیا ہی امید افزا اور تسلی بخش پیغام دیتا ہے، وہ محسوسات سے شروع ہوتا ہے، عقل کی بلند پروازیوں کا ساتھ دیتا ہے، فطرت کی پکار سُنتا ہے اور انا الموجود کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ آیئے آپ کو اس عالم کی بھی ذرا سیر کرائیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۞ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

مذکورہ بالا آیات قرآن مجید میں سورۂ آلِ عمران کے آخری رکوع میں آئی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں زمین و آسمان کے عجائبات اور زمانے کے تغیر و تبدل (اختلاف اللیل والنہار) پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ جب ہم کائنات پر غور و فکر کرتے ہیں، تو ایک محیر العقول نظام پاتے ہیں،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جب ہم اس کی کُنہ تک پہونچنے کی کوشش کرتے ہیں، تو "نور" نظر آتا ہے۔ زمانہ پکار پکار کر کہتا ہے، کہ کائنات کسی خاص مقصد کی طرف جا رہی ہے، ہمارا مشاہدہ اور محسوسات، ہماری عقل اور تدبّر، ہماری فطرت اور ضمیر کی پکار، سب ہی اس بات کے شاہد ہیں کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ کوئی رب ہے اور ہماری زندگی بامعنی اور خاص مقصد لئے ہوئے ہے۔ ایک مادہ پرست کہہ سکتا ہے کہ میری عقل اور میری فطرت تو یہ گواہی نہیں دیتی، لیکن مَیں کہتا ہُوں تمہیں دھوکہ لگا ہُوا ہے ورنہ تمہاری عقل اور تمہاری ضمیر بھی یہی کہہ رہی ہے، تم اس بات کے تو قائل ہو کہ قدرت میں علت اور معلول کا قانون رائج ہے، تمام کائنات منظم اور خاص قوانین کے ماتحت کام کرتی نظر آتی ہے۔ ایک Force ایک طاقت اس کے پیچھے کام کر رہی ہے، اسے نیچر کہو یا کوئی اور نام رکھو، مگر کچھ ہے ضرور، جو قدرت کے اس حیران کُن نظام کو قائم رکھے ہوئے ہے، اسی طرح دُنیا ایک مقصد کی طرف جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے تم لاکھ انکار کرو مگر تمہارا دِل گواہی دیتا ہے، اور تمہاری تاریخ کی ترجمانی کی کوششیں اس پر دال ہیں۔ چنانچہ جرمن حکیم پاؤلس لکھتا ہے "مادیّت اصولاً دُنیا کے معانی و مقاصد کی ترجمانی کی کوشش کو ردّ کرتی ہے، اس کے نزدیک اس کے کوئی معنے نہیں۔ عقل کے ماحصل محض اتفاقی امور اور ضمنی نتائج ہیں۔ اتفاقی طور پر گاہے ماہے سالمات (molecules) کا کسی دماغ میں ایسا اتحاد و اتّصال ہوتا ہے کہ وہ ایک نظم یا کسی فلسفہ کو معرض وجود میں لے آتا ہے۔ بایں ہمہ اس نظریہ میں بھی ایمان کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ مادیت کے فلاسفہ بھی پیغمبرانہ شان میں ظہور پذیر ہوتے ہیں، وہ بھی ماضی اور مستقبل کے عظیم الشان علم کے مالک ہیں . . . . تاریخ کے مادی تخیل کا بانی کارل مارکس اقتصادی مظاہر کے نشوونما کی اسطرح تشریح کرتا ہے کہ وہ معاشرت کے اشتراکی نظام کی طرف حرکت کر رہی ہے۔ مزدور کا جائداد سے بے دخل کیا جانا، جس سے کہ معاشرت کا آغاز ہوُا، اب بے دخل کرنے والے کے بے دخل ہونے پر منتج ہوتا ہے۔ جس سے ذاتی ملکیت اجتماعی ملکیّت میں منتقل ہو جاتی ہے، اور یہاں آ کر اقتصادی عمل کی مکمل تنظیم کا مقصد پُورا ہوتا ہے۔ پہلے پیداوار کے سسٹم کی تنظیم ہوگی پھر تقسیم کی۔ . . . .

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح ہر جگہ انسانی مستقبل کا نصب العین وہ مقررہ نقطہ ہے جس سے تاریخ کی ترجمانی کا آغاز ہوتا ہے۔" (تمہید فلسفہ[1] ص ۳۱۶)

نظامِ قدرت، ناظم قدرت کا پتہ دیتا ہے، اور تاریخ و زمانہ انسانی حیات کے مقصد کی خبر دیتے ہیں۔ انسان کتنا ہی مادہ پرست کیوں نہ ہو، وہ اس نظام میں اپنی جگہ محسوس کرتا ہے اور مستقبل کے متعلق نصب العین میں یقین۔ اور نصب العین ایک ایسی چیز ہے، جو انسان سے خود بخود ایک ضابطۂ عمل کی ضرورت کا احساس کرالیتی ہے۔ پس کون ہے جو مذہب کے ہمہ گیر اثر سے محفوظ رہ سکتا ہو۔ مَیں یہ بتا رہا تھا کہ خداوند تعالےٰ نے ان آیات میں انسانی حواس، عقل و تدبر، اور اس کی فطرت و ضمیر سے اپیل کی ہے، جو سب کی سب اس بات پر متفق ہوتی نظر آتی ہیں، کہ کوئی رب ہے اور ہماری زندگی بامعنی ہے، اور کائنات کی تخلیق عبث نہیں، اور ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں، کہ ہمیں کسی ضابطۂ اعمال کا پابند ہونا چاہیئے، تا مقصدِ حیات کو پالیں، اور ہم ثابت کر آئے ہیں، کہ سائنس اور فلسفہ بھی اپنے اپنے رنگ میں اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن اس سے پوری تسلی نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے یہ ہمارا خیال ہی خیال ہو، امر واقعہ نہ ہو۔ حواس عقل اور فطرت کا تقاضا کہ ایسا ہونا چاہیئے، اور بات ہے، اور یہ خوشخبری کہ ایسا ہے بھی، جداگانہ امر ہے۔ دور سے دھواں اٹھتے ہوئے دیکھکر پکار اُٹھنا کہ وہاں آگ ہونی چاہیئے، اپنے اندر وہ اطمینان نہیں رکھتا جو وہاں جاکر بچشم خود آگ دیکھ لینے میں ہے۔ فلاسفر گرد کو اُڑتے دیکھکر قیاس آرائیاں کرتے رہ جاتے ہیں، اور یارانِ تیز گام محمل کو جا لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا ہی خوب فرماتے ہیں:۔

"کیا یہ سچ نہیں ہے، کہ اس زندہ خدا کا انا الموجود کہنا وہ معرفت کا مرتبہ عطا کرتا ہے، کہ اگر دُنیا کے تمام فلاسفروں کی خود تراشیدہ کتابیں ایک طرف رکھیں اور ایک طرف انا الموجود خدا کا کہنا تو اس کے مقابل میں وہ تمام دفتر ہیچ ہیں، جو فلاسفر کہلا کر اندھے رہے، وہ ہمیں کیا سکھلائیں گے" (اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۴۵، ۱۴۶)

[1] Introduction to philosiphy.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سنو، اللہ تعالےٰ کیا بشارت دیتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ "یعنی جو لوگ خدا پر ایمان لاکر پوری پوری استقامت اختیار کرتے ہیں، ان پر خدا تعالےٰ کے فرشتے اترتے ہیں۔ اور یہ الہام ان کو کرتے ہیں، کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو، تمہارے لئے وہ بہشت ہے جس کے بارے میں تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔" (صفحہ ۱۴۶)

جب ایک شخص خدا کی آواز سُن لیتا ہے تو اُسے کامل تشفّی ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات سوائے سچے مذہب کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ انسان کی تمام تگ ودو، فکر و تدبر، ذوق و وجدان کی انتہا الہام ہے۔ سوائے خدا کے کلام کے کامل معرفت نا ممکن ہے۔ اور انسان کی قیاس آرائیاں باطل۔ پس اگر ہمیں فطری تقاضوں کو پورا کرنے کی تمنا ہے، اور عقل کی جولانیوں کا منتہا دیکھنا منظور ہے، اور اپنی زندگی کے مقصد سے ہمکنار ہونے کی آرزو ہے، تو سچے مذہب کی تلاش کرنی چاہیئے، جو ہمیں چشمہ معرفت تک پہنچا دے، تا ہم اپنی پیاس بجھا سکیں۔ آؤ ہم دیکھیں کہ وہ سچا مذہب کونسا ہے؟ دُنیا کے گرد گھوم جاؤ، مگر سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب تمہیں نہیں ملیگا کیونکہ بہت سے مذاہب تو الہام کے دروازے صدیاں گذریں بند کر چکے، بعض نے انسانی خیالات کا نام الہام رکھدیا۔ اور اگر کہیں کوئی شخص اس کا مدعی نظر آتا ہے، تو اسلام کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا۔ ہندوستان ہی کو لیجئے۔ ہندوؤں کے وید تو ابتدائے آفرینش میں ہی اُتر چکے، اور خدا نے بولنا بند کر دیا۔ تعلیم یافتہ طبقہ سرے سے الہام ہی کا منکر ہے، اگر کوئی شخص قائل ہے، تو وہ اسے انسانی تخیلات سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا۔ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، اور ہندوؤں میں بھی۔ ڈاکٹر اقبال جیسا شخص بھی یہاں آکر ڈگمگانے لگتا ہے، گو اس نے الہام mystic Experience (صوفیانہ تجربہ) کی حمایت میں بہت کچھ لکھا ہے، مگر اخیر تک متذبذب ہی نظر آتا ہے۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی اور مولانا عبدالسلام صاحب ندوی نے مقالاتِ یومِ اقبال میں علامہ موصوف کے خیالات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی یُوں ترجمانی کی ہے:-

"جس طرح ذوقی چیزوں کی تمیز میں عقل بالکل بیکار ہو جاتی ہے، صاف و شفاف پانی کو دیکھکر صرف عقل یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ وہ شور ہے یا شیریں؟ اس کا فیصلہ صرف ذوق کر سکتا ہے، اسی طرح بہت سے افعال کے حُسن و قبح کا فیصلہ بھی عقل نہیں کر سکتی، بلکہ خود زندگی ہی یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ کونسے افعال زندگی کے لئے موزوں ہیں، اور کونسے غیر موزوں۔ اسی ذوق احساس کا نام وحی یا الہام ہے۔ باقی رہا وحی و الہام کی حالت میں آواز کا آنا، فرشتے کی شکل کا نظر آنا، ڈاکٹر اقبال اس کے منکر ہیں نہ مقر۔ ممکن ہے کہ جس طرح بھوک پیاس اور دوسرے جسمانی احساسات میں انسان پر خاص خاص حالات طاری ہوتے ہیں، اسی طرح روحانی احساسات میں بھی انسان پر مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہوں" (مقالاتِ یومِ اقبال صفحہ ۱۰۱)

باقی رہے وہ لوگ جو دبی زبان میں اس کا اقرار کرتے ہیں، مگر مقابلے میں نہیں آتے، ان کا ذکر مناسب موقع پر آئے گا۔ انشاء اللہ۔

اب احمدیت یا حقیقی اسلام کو لیجئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:- "لیکن اس جگہ یاد رہے، کہ الہام کے لفظ سے اس جگہ یہ مراد نہیں ہے، کہ سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ جائے، جیسا کہ جب شاعر شعر بنانے میں کوشش کرتا ہے، یا ایک مصرعہ بنا کر دوسرا سوچتا رہتا ہے، تو دوسرا مصرعہ دل میں پڑتا ہے، سو یہ دل میں الہام نہیں ہے، بلکہ یہ خدا کے قانونِ قدرت کے موافق اپنے فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ ہے۔" (صفحہ ۱۴۶) اور پھر آپؑ نے بتایا ہے کہ الہامؑ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ یا اس کے ساتھ جسے برگزیدہ کرنا چاہتا ہے، زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ ہے۔" (صفحہ ۱۴۷)

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:- "میں بنی نوع پر ظلم کروں گا، اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں، اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی ہے، وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بخشوں، اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں، اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔" (صفحہ ۱۵۰ تا ۱۵۱)

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت کہ مدعی واقعی ملہم من اللہ ہے اور کلام خدا کا کلام ہے، نہ کہ انسان کے اپنے تخیلات۔ میں اس جگہ صرف ایک ہی ثبوت پیش کرونگا جو فلاسفر اور دیگر مقتدر اشخاص کے نزدیک مسلمہ ہے۔ ہم اپنے ماسوا دوسرے اشخاص کی ہستی میں یقین کرنے پر اس لئے مجبور ہوتے ہیں کہ وہ ہماری باتوں کا جواب دیتے ہیں، اور اس کا ثبوت کہ ان پر ہمارا تعلق ہے، یہی ہے کہ وہ ہماری باتوں کو مان لیتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے بھی اس معیار کو تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب (Reconstruction of Religious Thought in Islam تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ میں پروفیسر (Royce) رائس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ہمارے ساتھیوں کا وجود ہمیں اس لئے حقیقی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے اشاروں کا جواب دیتے ہیں، اور اس طرح ہمارے اپنے جزوی معانی کے لازمی اجزاء کو متواتر بہم پہونچاتے ہیں۔" جواب بلاشبہ باشعور ہستی کے وجود کا معیار ہے، اور قرآن بھی اسی نظریہ کو لیتا ہے۔" چنانچہ فرماتا ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ یعنی تمہارا رب کہتا ہے مجھے بلاؤ اور میں تمہیں جواب دونگا۔ اور سنئے وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ، جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں، تو یقیناً میں قریب ہوں، اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، جب وہ مجھے بلائے۔

گاندھی جی نے بھی قبولیت دعا کے معیار سے اتفاق کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں "تضرع، عبادت اور دعا توہمات نہیں ہیں، وہ کھانے، پینے، بیٹھنے چلنے سے زیادہ حقیقی اعمال ہیں۔ یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں کہ صرف وہی حقیقی ہیں، باقی سب کچھ غیر حقیقی ہے۔" (تلاش حق صفحہ ۱۷۵)

پھر اپنے بیٹے منی لال کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ انہوں نے دعا کی "اے خدا اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آزمائش کے وقت میری عزت تیرے ہی ہاتھ ہے۔" اور پھر اچھا ہو جانے پر ان کا یقین تھا کہ خدا نے میری عزت رکھ لی اور یہ یقین اب تک قائم ہے۔" (ص۱۷۷)

پس قبولیت دعا کا معیار ایک ایسا معیار ہے جس سے ایک طرف تو خدا تعالے کی ہستی کا قطعی ثبوت مل جاتا ہے، اور دوسری طرف سچے مذہب کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا ایک گناہ گار اور ایک کافر کی دعائیں بھی سن لیتا ہے مگر ایک "مردِ حق" اور عامی آدمی میں غلبہ و کثرت، اور قبولیت دعا کی قبل از وقت اطلاع مل جانے اور مقابلہ ہونے کی صورت میں غالب رہنے کا امتیاز ایسا ہے جس سے سچے اور جھوٹے مذہب میں بآسانی تمیز کیجا سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس معیار کو منجملہ اور معیاروں کے پیش کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں،۔ "لیکن اگر ایک صالح اور نیک بندہ کو بے حجاب مکالمہ الٰہی شروع ہو جائے، اور مخاطبہ اور مکالمہ کے طور پر ایک کلام روشن، لذیذ، پُر معنی، پُر حکمت، پوری شوکت کے ساتھ اس کو سنائی دے اور کم سے کم بارہا اس کو ایسا اتفاق ہوا ہو، کہ خدا میں اور اس میں عین بیداری میں دس مرتبہ سوال و جواب ہوا ہو، اُس نے سوال کیا، خدا نے جواب دیا، پھر اسی وقت عین بیداری میں اس نے کوئی اور عرض کی اور خدا نے اس کا بھی جواب عطا فرمایا۔ ایسا ہی دس مرتبہ تک خدا میں اور اس میں باتیں ہوتی رہیں اور خدا نے بارہا ان مکالمات میں اس کی دعائیں منظور کی ہوں، عمدہ عمدہ معارف پر اس کو اطلاع دی ہو، آنے والے واقعات کی اس کو خبر دی ہو، اور اپنے پر ہیبت مکالمات سے بار بار کے سوال و جواب میں اس کو مشرف کیا ہو، تو ایسے شخص کو خدائے تعالے کا بہت شکر کرنا چاہیئے اور سب سے زیادہ خدا کی راہ میں فدا ہونا چاہیئے، کیونکہ خدا نے محض اپنے کرم سے اپنے تمام بندوں سے اُسے چُن لیا۔" (ص۱۴۹ و ۱۵۰)

محولہ بالا عبارت میں آپ نے الہام کی صداقت کے تین معیاروں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ قبولیت دعا، عمدہ عمدہ معارف پر اطلاع اور آنے والے واقعات کی خبر۔ اور پھر اس کو داستان پارینہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah
ہی نہیں رہنے دیا، بلکہ اس زمانے میں بڑی تحدّی کے ساتھ پیش کیا ہے، اور مختلف مذاہب کے لوگوں اور دہریوں کو مقابلے پر بُلایا ہے۔ چنانچہ آپ نے آئینہ کمالاتِ اسلام میں ایک اشتہار (صفحہ ۲۷۳ تا صفحہ ۲۷۶) تحریر کیا ہے جس میں فرماتے ہیں:-

"اب اگر کوئی سچائی کا طالب ہے، خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی، یا آریہ یا یہودی، یا برہمو یا کوئی اَور ہے، اس کے لئے یہ خوب موقع ہے، جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ امورِ غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا، تو مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہُوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپے کے قریب ہوگی، اس کے حوالہ کر دُونگا، یا جس طور سے اس کی تسلّی ہو سکے اُس طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلّی دُونگا، میرا خدا واحد شاہد ہے، کہ مَیں ہرگز فرق نہیں کرونگا، اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل وجان روا رکھتا ہُوں"۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو مقابلہ پر نہ آنا چاہیں، بلکہ یکطرفہ نشان دیکھنا چاہیں، تحریر فرماتے ہیں:- "اور اگر مقابلہ سے عاجز ہو تو صرف اپنی طرف سے یہ وعدہ کر کے کہ مَیں کوئی ایسا کام دیکھکر جو انسان سے نہیں ہو سکتا، ایمان لے آؤنگا اور اسلام قبول کر لُوں گا، مجھ سے کسی نشان کے دیکھنے کی درخواست کریں، اور چاہیئے کہ اپنے وعدہ کو بہ ثبت شہادت بارہ کس عیسائی و مسلمان و ہندو یعنی چار عیسائی، اور چار مسلمان اور چار ہندو مؤکد بہ قسم کر کے بطور اشتہار کے چھپوا دیں، اور ایک اشتہار مجھکو بھی بھیجدیں، اور اگر خدا تعالےٰ کوئی اعجوبہ قدرت ظاہر کرے جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو، تو بلا توقف اسلام کو قبول کر لیویں، اور اگر قبول نہ کریں تو پھر دوسرا نشان یہ ہے، کہ مَیں اپنے خدا تعالےٰ سے چاہُوں گا، کہ ایک سال تک ایسے شخص پر کوئی سخت وبا نازل کرے، جیسے جذام یا نابینائی یا موت، اور اگر یہ دُعا منظور نہ ہو تو پھر بھی مَیں ہر ایک تاوان کا جو تجویز کی جائے، سزاوار ہونگا"۔

اسی طرح بارہا آپ نے منکرانِ الہام و وحی کو اپنے پاس آکر ٹھہرنے کی دعوت دی ہے کہ وہ حضور کی صحبت میں رہ کر خدا کا نشان دیکھیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور براءۃ حروفِ مقطعات سے خالی ہیں، پس سورہ براءۃ تک الٓمٓ کا مضمون چلتا ہے، سورہ اعراف میں جو صٓ بڑھایا گیا، اس کی وجہ یہ ہے، کہ یہ حرف تصدیق کی طرف لے جاتا ہے، سورہ اعراف انفال اور توبہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور اسلام کی ترقی کا ذکر کیا گیا ہے، سورہ اعراف میں اصولی طور پر اور انفال اور توبہ میں تفصیلی طور پر تصدیق کی بحث ہے، اس لئے وہاں صٓ کو بڑھا دیا گیا ہے۔

سورہ یونس سے الٓمٓ کے بجائے الٓرٰ شروع ہوگیا ہے، آل تو وہی رہا اور مٓ کو بدل کر رٰ کر دیا، پس یہاں مضمون بدل گیا، اور فرق یہ ہؤا، کہ بقرہ سے لیکر توبہ تک تو علمی نقطہ نگاہ سے بحث کی گئی تھی، اور سورہ یونس سے لیکر سورہ کہف تک واقعات کی بحث کی گئی ہے، اور واقعات کے نتائج پر بحث کو منحصر رکھا گیا ہے، اس لئے فرمایا کہ الٓرٰ یعنی انا اللہ اریٰ میں اللہ ہوں جو سب کچھ دیکھتا ہوں، اور تمام دنیا کی تاریخوں پر نظر رکھتے ہوئے اس کلام کو تمہارے سامنے رکھتا ہوں، غرض ان سورتوں میں رؤیت کی صفت پر زیادہ بحث کی گئی ہے، اور پہلی سورتوں میں علم کی صفت پر زیادہ بحث تھی۔

مَیں فی الحال اس جگہ اختصاراً اتنی بات کہہ دینا چاہتا ہوں، کہ حروف مقطعات کے متعلق بعض لوگوں کا یہ خیال ہے، کہ یہ بے معنی ہیں، اور انہیں یونہی رکھ دیا گیا ہے، مگر ان لوگوں کی تردید خود حروفِ مقطعات ہی کر رہے ہیں، چنانچہ جب ہم تمام قرآن پر ایک نظر ڈال کر یہ دیکھتے ہیں، کہ کہاں کہاں حروفِ مقطعات استعمال ہوئے ہیں، تو ان میں ایک ترتیب نظر آتی ہے، سورہ بقرہ الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے، پھر سورہ آل عمران الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے، پھر سورہ نساء سورہ مائدہ سورہ انعام حروفِ مقطعات سے خالی ہیں، پھر سورہ اعراف الٓمٓصٓ سے شروع ہوتی ہے، اور سورہ انفال اور براءۃ خالی ہیں۔ ان کے بعد سورہ یونس سورہ ہود سورہ یوسف الٓرٰ سے شروع ہوتی ہیں، اور سورہ رعد میں مٓ بڑھا کر الٓمٓرٰ کر دیا گیا ہے، لیکن جہاں الٓمٓصٓ میں صٓ آخر میں رکھا وہاں مٓ کو رٰ سے پہلے رکھا گیا ہے، حالانکہ اگر کسی مقصد کو مدنظر رکھے بغیر زیادتی کی جاتی، تو چاہئے تھا کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الغرض اسلام کی علمیات کے متعلق یہ تعلیم ہے، کہ حواس، عقل اور فطرتِ انسانی سب اپنی اپنی حدود کے اندر علم کے ذرائع ہیں۔لیکن کامل معرفت بغیر الہام اور وحی کے ممکن نہیں۔ اور یہ صرف اسلام کا دعوٰی ہی نہیں، بلکہ ہر زمانہ میں خدا تعالےٰ مسلمانوں میں سے ایسے مرد کامل پیدا کرتا رہا ہے "اور کرتا رہے گا، جو مورد وحی و الہام ہوں۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی خدا تعالےٰ نے اپنا ایک نذیر بھیجا" پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

مجھے علم ہے، کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جو وحی و الہام کو اگلے وقتوں کی باتیں سمجھتے ہیں۔ اور کسی ملہم کو ماننا ضروری نہیں قرار دیتے، بلکہ اُسے مجوسی اندازِ نگاہ سمجھتے ہوئے کہتے ہیں، کہ جب عقل خام تھی تو فطرت نے وحی و الہام کو علم کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ اب جبکہ عقل پختہ ہو چکی ہے، انسانیت کو "غیر عقلی طریقہ ہائے علم" کے بندھنوں میں اسیر نہیں رکھا جا سکتا۔ ڈاکٹر اقبال اس نظریہ کے علمبردار ہیں۔ اس لئے اگلی قسط میں انشاء اللہ ان کے نظریہ ختمِ نبوت سے بحث کی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسولِ عربیؐ کے فضائل

(از ڈاکٹر ایس۔ایس بھٹناگر ڈی۔ایس سی۔ڈائرکٹر پنجاب یونیورسٹی کیمیکل لیبارٹریز لاہور)

[مندرجہ ذیل مقالہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جلسہ سیرت النبیؐ میں جو ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۶ء کو لاہور میں منعقد ہوا حاضرین کے ایک بڑے مجمع میں پڑھکر سُنایا۔]

معزز صدرِ انجمن و حاضرین جلسہ! حضرت محمدؐ کی یادگار میں آج جو جلسہ منعقد ہونا قرار پایا ہے یہ اِس بات کا زندہ ثبوت ہے، کہ بنی نوع انسان باوجود اپنی کمزوریوں کے اپنے حقیقی محسنوں کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔ حضرت محمدؐ بانیٔ مذہب اسلام ان ہستیوں میں سے ایک ہیں، جو خدا کی طرف سے دُنیا کی راہبری کے لئے آتی ہیں۔ جس طرح گوتم بُدھ، عیسےؑ اور کرشن اپنی بزرگی کے مستحکم ستون دُنیا میں قائم کر گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد بھی اپنی فضیلت کا ایک ایسا جھنڈا کھڑا کر گئے ہیں، جو ہمیشہ کے لئے ان کی یادگار رہے گا۔

جب آنحضرتؐ کی پیدائش ہوئی، عرب میں جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی، بُت پرستی کا زور تھا، جو لوگ خدا کی ہستی پر یقین رکھتے تھے، ان کا بھی یہ اعتقاد ہو گیا تھا، کہ بُت معبودِ حقیقی کے روبرو اُن کی سفارش کریں گے۔ عرب کی اِس ناگفتہ بہ حالت کا نقشہ مولانا حالی نے اپنی مشہور مسدس میں اس طرح کھینچا ہے ؎

قبیلہ قبیلہ کا اک بُت جدا تھا کِسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا اسی طرح گھر گھر نیا اک خُدا تھا
نہاں ابرِ ظُلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

حضرت محمد نے شرک و بُت پرستی کے سیاہ بادلوں کو پھاڑا، دُنیا کو توحیدِ الٰہی کا سبق سکھایا، اور خدا کی گم کردہ راہ مخلوق کو سیدھے راستہ پر چلایا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کی زندگی کی ابتداء یُوں ہُوئی، کہ آپ پیدا ہوئے، تو والد کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا، جب آپ کی عمر چھ برس کی ہُوئی، تو آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو اپنے ہمراہ مدینہ لے گئیں، اور پھر مدینہ سے واپس آتے ہوئے سفر میں ہی اُن کا انتقال ہوگیا۔ اور ابھی آپ مشکل سے آٹھ ہی برس کے ہوئے تھے، کہ آپ کے دادا کو بھی جو آپ کی پرورش کرتے تھے پیغامِ اجل آپہونچا، اب ابو طالب، جو حضرت کے حقیقی چچا تھے، آپ کی پرورش کے کفیل ہُوئے۔ جس شخص نے اپنے باپ کی شفقت بھری آنکھیں نہ دیکھی ہوں، جو کنارِ عاطفتِ پدری میں آرام سے سَر رکھکر نہ سویا ہو، جس نے باپ کے محبت اور تلطف بھرے کلمات نہ سُنے ہوں، جس نے پیارے باپ کی صورت تک نہ دیکھی ہو، جو عہدِ طفلی ہی میں اپنی ماں کی پیاری اور من موہنی محبت سے محروم کیا گیا ہو، اور جو اُس عمر میں جبکہ بچّے والدین کی الفت و پیار کا لطف اٹھاتے ہیں، اور بچپن کی امنگ میں ہر قسم کے کھیل کود میں شریک ہوتے ہیں، افسردہ اور پژمردہ ہو کر رہ گیا ہو، وُہ یتیموں کے کملائے ہوئے دلوں اور لاوارثوں کی بیکسی کو خوب سمجھتا ہے، شاید اللہ تعالےٰ کا منشاء یہی تھا کہ اِن مصیبتوں کے اثر سے ان کے مزاج میں اعلےٰ درجے کا علم، صبر اور رحم پیدا ہو جائے، اور یہ امرِ واقعہ ہے، کہ آنحضرت کی ہمدردی، بُردباری اور غمخواری ہی وہ اعلیٰ خصائل تھے، جن سے آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔

دعویٰ نبوت کے بعد حضرت محمد کی ابتدائی زندگی بے انتہا اذیتوں اور تکلیفوں کی زندگی تھی۔ جب آپ وعظ کہنے کھڑے ہوتے، اور قرآنِ مجید پڑھتے، تو مخالف غُل مچاتے تھے، کہ کوئی شخص ان کی بات نہ سُن سکے، اور ان پر پتھر اور ڈھیلے تک پھینکے جاتے تھے۔ ایک دفعہ چند دشمنوں نے انہیں تنہا پا کر پکڑ لیا، اور ان کے گلے میں پٹکا ڈال کر اُسے مروڑنا شروع کیا، قریب تھا کہ ان کی جان نکل جائے، کہ اتفاقاً ابو بکر آنکلے، اور انہوں نے بڑی مشکل سے انہیں چھڑایا۔ جس شخص کو خدائے تعالےٰ نے اِن جگر پاش سانحوں اور خار دار مراحل سے پار کرایا، وہ پیغمبر نہ ہوتا تو کیا؟ بالآخر صداقت کی فتح ہوئی، اور ان کے چچا حمزہ اور مکّہ کے ایک مشہور اور صاحب رسوخ شخص نے جن کا نام عُمر تھا اسلام قبول کیا۔ عُمر کے ایمان لانے کا قصّہ بہت دلچسپ ہے، کہتے ہیں، کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب قریش مسلمانوں پر ظلم کرتے کرتے تھک گئے، اور آنحضرتؐ کے استقلال اور ثابت قدمی میں ذرا بھی فرق نہ آیا، تو ایک روز ابو جہل نے اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کر کے نہایت ملامت انگیز تقریر کی، اور کہا کہ تمہیں ڈوب مرنا چاہیئے، کہ تمہارا دین اس طرح بدنام کیا جائے، تمہارے معبودوں کو گالیاں دی جائیں، تمہارے بزرگ جہنم کی آگ کا ایندھن قرار دیئے جائیں، اور تم پر اثر نہ ہو۔ کیا یہ سخت بے غیرتی اور ذلت کی بات نہیں، کہ ہم سست بیٹھے رہیں، اور ایک شخص ہماری قوم میں آفت بپا کرتا رہے، اور ہم اس کا کچھ تدارک نہ کر سکیں۔ مجھ سے یہ ذلت نہیں دیکھی جا سکتی میں اس بھری مجلس میں اعلان کرتا ہوں، کہ تم سے جو کوئی محمد کو قتل کرے، میں اسے سو اونٹ نہایت اعلےٰ قسم کے اس کی اس قومی خدمت پر بطور انعام دونگا۔ عمرؓ نے جس کی بہادری، شجاعت اور آنحضرت سے مخالفت تمام قریش میں مشہور تھی، اٹھکر کہا، کہ میں اس مہم کو سر کر کے دکھلاؤنگا ابو جہل عمر کو کعبہ میں لے گیا، اور ہبل کے آگے جو قریش کا سب سے بڑا بُت تھا، اپنے وعدہ کے پورا کرنے کی قسم کھائی۔ عمرؓ نے بھی اسی طرح اس بُت کے روبرو عہد کیا، کہ میں جب تک اس دشمنِ قوم کو قتل نہ کر لونگا، آرام سے نہیں بیٹھونگا، اور تلوار ہاتھ سے نہیں رکھونگا۔ یہ عہد و پیمان کر کے عمرؓ نے آنحضرت کے مکان کی طرف رُخ کیا، آپ ان دنوں اپنی نشست اپنے ایک دوست ارقم کے ہاں رکھتے تھے، وہ مکان کافی وسیع تھا، وہاں سب مظلوم مؤمنین جمع ہو جاتے تھے، عبادت کرنے، اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچا کرتے تھے، اس روز بھی یہ لوگ حسب معمول جمع تھے، دروازے کی کُنڈی بند کر رکھی تھی، اور سب مومنین اس انعامِ قتل کی خبر سے دہشت زدہ بیٹھے مشورہ کر رہے تھے، عمر تلوارِ خونخوار ہاتھ میں لئے اس طرف آرہے تھے، کہ راستے میں عمر کا ایک دوست ملا، اور پوچھنے لگا، کہ اس تیز قدمی کے ساتھ کہاں کی چڑھائی ہے؟ عمر نے سارا ماجرا سُنایا۔ اس شخص نے کہا کہ اے عمرؓ تو اسلام کی جڑ کاٹنا اور اس کے بانی کو قتل کرنا چاہتا ہے، مگر تجھے یہ خبر نہیں کہ خود تیری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ تجھکو چاہیئے کہ پہلے ان کو قتل کرے۔ اگر تجھ میں کچھ انصاف اور غیرت ہے، تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے۔ یہ سُنکر عمر کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور عمر نے فیصلہ کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ پہلے اپنی بہن کا صفایا کرنا ہی لازمی ہے، وہ فوراً اپنی بہن کے گھر پہونچا، دروازہ بند تھا، اور اس کی بہن اور بہنوئی آنحضرت کے ایک رفیق سے جس کا نام خباب تھا، قرآن مجید سُن رہے تھے، عمر نے دروازہ کھٹکھٹایا، بہنوئی نے جھٹ خباب کو کسی گوشے میں چھپا دیا، بہن نے اُٹھکر دروازہ کھولا، اور بھائی کو آگ بگولا دیکھکر ڈر گئی، جب بہن نے بھائی کو اپنے قتل پر آمادہ پایا، تو بولی کہ بھائی جس چیز کو سُنکر ہم نے اپنا دین بدلا ہے، للہ وہ چیز تم بھی ایک مرتبہ سُن لو، اگر سُننے سے بھی تمہارا ارادہ قائم رہے تو تمہیں اختیار ہے، کہ مجھے اور میرے شوہر کو قتل کر ڈالو۔ عمر بہن کی یہ بات سُنکر متعجّب رہ گئے، اور کہا، کہ اچھا وہ چیز مجھے سُناؤ۔ اسی وقت خباب کو اندر سے بُلا لائے، اور درخواست کی کہ وہ کچھ قرآن مجید پڑھکر سُنائیں۔ خباب نے چند آیات پڑھکر سُنائیں۔ عمر نے ہر چند کوشش کی کہ اس کلام کا اثر اُن کے دل پر نہ ہونے پائے، مگر ایسا ہونا غیر ممکن تھا، ایک ایک آیت ان کے دل پر نشتر کا سا کام کر رہی تھی۔ حضرت عمر یہ کلام سُنکر بے خود ہو گئے، اور ان کو بے اختیار ماننا پڑا کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ کچھ اور چیز ہے، اور درخواست کی، کہ مجھے جلد آنحضرتؐ کی خدمت میں لے چلو۔ چنانچہ خباب ان کے ہمراہ ہوئے، اور وہ جھٹ ارقم کے گھر پہونچے۔

مسلمان انعام قتل کی خبر سے خوفزدہ تو ہوئے ہی بیٹھے تھے عمر کے دروازہ کھٹکھٹانے سے وہ لوگ کانپ اُٹھے، عمر کی جوانمردی اور تلوار اندازی کا عرب میں شہرہ تھا، بعض نے کہا کہ اس وقت دروازہ کھولنا نامناسب ہے، مگر حضرت محمدؐ نے کہا، کہ اے خدا کے بندو! وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، ڈرو مت، مَیں خود دروازہ کھولتا ہوں، یہ کہتے ہوئے آنحضرتؐ نے خود اٹھکر دروازہ کھولا، اور قبل اس کے کہ اُن سے آنکھیں دوچار ہوں، حضرت کے مُنہ سے نکلا، اے عمر! تم کب تک ہمارے دشمن بنے رہو گے۔ اس وقت شجاع عُمر پر جو کیفیت طاری تھی، وہ قابلِ بیان نہ ہے، تلوار ان کے گلے میں اس طرح پڑی تھی، جس طرح بے ہتھیار ہارے دشمن کی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے، چاہتے تھے کہ حضرت صاحب کے قدموں پر گر پڑیں، کہ حضرت نے انہیں گلے سے لگا لیا، اور اس قدر جوشِ محبت سے بغلگیر ہو کر ملے، اور اس محبت سے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا، کہ جس طرح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوئی مدتوں کے بچھڑے ہوئے سگے بھائی ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ یہ کرشمہ تھا جس سے اسلام کے قدم عرب کی سرزمین میں مضبوطی سے جمتے چلے گئے۔

حضرت محمد کی زندگی کے اس واقعہ نے میری اپنی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ مَیں خود ان بدقسمتوں میں سے ایک ہوں، جو ایام طفولیت ہی میں سایۂ پدری سے محروم کر دیئے گئے ہوں۔ مصیبت کے جو ایام مَیں نے گذارے ہیں، اُن کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جو ان مشکلات سے خود گذرے ہوں۔ جب کبھی مجھے اپنی مصیبت کا احساس ہوتا تھا، دل کہتا تھا، کہ کیوں ڈرتا ہے، اگر تو صداقت پر ہے، تو تیرا دشمن بھی عُمر کی طرح تیرا معتقد ہو جائے گا۔ اور اکثر ایسا ہی ہوا ہے۔ حضرت محمدؐ کی زندگی اس بات کی مثال ہے، کہ صداقت پر چلنے والوں اور خدا کی ذاتِ بابرکات پر بھروسہ رکھنے والوں کی مدد غیب سے ہوتی ہے۔

حضرت محمد نے جو معیارِ زندگی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اگر اس پر قومیں اور افراد کاربند ہوں، تو غیر ممکن ہے، کہ گناہ اور ظلم اس دُنیا پر حکمرانی کر سکیں۔

حضرت صاحب کے معترضین اکثر یہ کہتے ہیں، کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ مجھے ان معترضین کی کج فہمی پر رحم آتا ہے۔ جب آپ نے مکہ فتح کیا، تو آپ خانۂ کعبہ کا طواف کر کے اور مسجدِ ابراہیمی کو نجاستِ بُت پرستی سے پاک کر کے شہر کی طرف آئے، اس وقت آپ عالمِ عروج پر تھے۔ وقت بہت نازک تھا، مسلمان چاہتے تھے، کہ آج روزِ انتقام ہے، خوب بدلہ لیں گے، یہ وقت بہت نازک تھا۔ کافروں کو بھی یہ خیال تھا، کہ اب شہر کی خیر نہیں، آنحضرتؐ قتلِ عام کا حکم دینگے، اور جو جو اذیتیں انہیں دی گئی تھیں، ان کا بدلہ خوب لیں گے۔ لوگ اس خیال سے کانپے جاتے تھے، اور جانتے تھے، کہ موت سر پر کھڑی ہے، شہر چھوڑنے کے منصوبے باندھ رہے تھے، کہ آنحضرتؐ نے فوراً منادی کرائی، کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں جو آج تلوار چلائے، مکہ کا کوئی آدمی شہر چھوڑ کر نہ جائے، آج لڑائی اور بدلہ کا دن نہیں، آج رحمت، شفقت اور صداقت کی فتح کا دن ہے۔ آپ نے کفار کو مخاطب ہو کر فرمایا، مَیں تمہارا دشمن ہو کر نہیں آیا ہوں، نہ مَیں تم سے کسی قسم کا بدلہ لوں گا۔ مَیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تم سے وہ سلوک کرونگا، جو یوسف نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا، اور میں تم کو جھڑکی تک بھی نہ دونگا۔ آنحضرت کے بلند حوصلہ کی یہ ایک مثال ہے جو انسانی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ آپ کے انہی اخلاق کا نتیجہ تھا، کہ سارا عرب دھڑا دھڑ مسلمان ہونا شروع ہوا، اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام تمام اکناف میں پھیل گیا۔ پس اسلام آنحضرت کی بے نظیر اخلاقی قوّت کے زور سے پھیلا، نہ کہ آپ کی تلوار کے زور سے۔

اگر حضرت محمدؐ کی زندگی کے پاکیزہ اطوار سے ہمارے ملک کے ہندو اور مسلمان سبق حاصل کرتے، تو حسد و بغض کی وہ آگ جو ہندوستان کے خرمن کو خاکستر بنا رہی ہے، کبھی کی بجھ گئی ہوتی میں اس جلسہ کے کارپردازان کا مشکور ہوں کہ اس متبرک موقعہ پر مجھے تقریر کرنے کا اعزاز عطا فرمایا۔ حضرت محمد کی زندگی کی پیروی کرنا ہر سچے انسان کا فرض ہے:۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے پرانے فائل

جن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نہایت قیمتی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں، قابلِ فروخت ہیں۔ قیمت کا تصفیہ مینجر رسالہ ریویو اردو سے بذریعہ خط و کتابت کریں:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاپائے روم

چھتیس کروڑ کیتھولک عیسائیوں کے رہنما پاپائے روم پئیس یازدہم کا اکاسی برس کی عمر میں ۱۰ر فروری کو ویٹیکن شہر (روم) میں انتقال ہوگیا۔ ہفتہ وار مسیحی اخبار "گارڈین" (مدراس) اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"زمانۂ حال کے کسی پوپ کو اس قدر مشکل اوقات سے واسطہ نہیں پڑا، جس قدر کہ پوپ پئیس یازدہم کو۔ ان کا انتخاب فروری ۱۹۲۲ء میں ہوا تھا۔ یہ جنگِ عظیم کے بعد کا زمانہ تھا، جس میں کلیسیا گرہن میں تھا، اور جبکہ مختلف قسم کے خیالات مذہب کی جگہ لے رہے تھے، اور عیسائیت کو ان ممالک میں جہاں اُسے سب سے زیادہ کامیابی اور ترقی نصیب ہوئی تھی، دعوتِ مبارزت دے رہے تھے، اپنی عجیب حیثیت و اقتدار کی وجہ سے پاپائیت سیاسی اُلجھنوں سے آزاد نہ تھی۔ .... پھر بہت سے ایسے مباحث بھی تھے، جو براہِ راست تو سیاسی نہ تھے مگر ان میں پوپ کی اخلاقی جرأت و اختیار کی آزمائش کی گئی۔ پئیس یازدہم نے اپنے اختیارات کو استعمال کرنے اور اپنی حیثیت کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے ان تمام حالات میں ایسا طریق اختیار کیا جو صحیح معنوں میں عیسائی تعلیم کا آئینہ دار تھا۔ ابی سینیا اور اٹلی کی سیاسیات میں پوپ دیر تک خاموش رہا، اور بعض اوقات اس کا رویہ اس چیز کی تائید کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا، جسے رائے عامہ بُرا سمجھ رہی تھی، مسولینی کے ساتھ اس کی کُھلم کُھلا آویزش پاپائیت کے لئے بحران میں منتج ہوسکتی تھی، جس سے اس کی ہستی ہی خطرہ میں پڑجاتی، لیکن پوپ پئیس بہت محتاط رہا، اور ۱۹۲۹ء کا "معاہدہ لیٹارن" اس کی ایک عظیم الشان سیاسی کامیابی تھی، جس کی بدولت ساٹھ سالہ تضیہ کا خاتمہ ہوگیا، اور پاپائیت کے دنیاوی مقبوضات اسے دوبارہ مل گئے، جنہیں ویٹیکن شہر کا نام دیا گیا ہے۔

سپین اور میکسیکو میں جن کی غالب اکثریت کیتھولک ہے، کلیسیا کی شہرت اچھی نہ تھی، اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عوام کے انقلاب کے بڑے مقاصد میں سے ایک یہ تھا، کہ کلیسیا کے سیاسی اثر پر کنٹرول کیا جائے۔ پوپ نے کلیسیا کی حمایت کی، اور اس طرح وہ اُسکے مخالفین کا حریف بن گیا۔ کلیسیا کے سخت ابتلاؤں میں سے بھی بچ نکلنے کے بعد پوپ کا غالبًا یہ پروگرام تھا، کہ وہ اُسے پاک صاف کرے، لیکن وہ اپنے کام کا یہ حصّہ دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہ سکا۔

ہٹلر اور موسولینی کے مقابلہ میں کسی منفرد پارٹی کو ایسا دشوار کام درپیش نہیں آیا، جو پوپ کو اِن ہر دو کے مقابلہ میں کرنا پڑا۔ اِن دونوں کے اُن حملوں کی مدافعت کے سلسلہ میں جو وہ مذہب پر کرتے تھے، پیئس یازدہم ایک زبردست جری اور عیسائی تعلیم کا محافظ ثابت ہوا۔ اور مسولینی کی قومی تمیز کے عقیدہ کا مقابلہ کرنا، جو حال ہی میں اس نے اپنے پڑوسیوں سے اخذ کیا تھا، غالبًا اس سے بھی زیادہ نازک اور مشکل مہم تھی، اس پر پوپ نے صاف گوئی سے کام لیا، جس کے عوض میں اطالوی قومی اخبارات نے اس پر لعن طعن کی۔ خاص روس میں اس نے بالشوزم کے ساتھ کسی قسم کا مقابلہ نہیں کیا۔

اندرونی اصلاح وتنظیم اور رومی کلیسیا میں زندگی پیدا کرنے کے لئے پوپ پیئس نے بہت بڑا کام کیا۔ وہ پوپ کے منصب پر برائے نام متمکن نہ تھا، بلکہ ایک زبردست شخصیت تھی، جس نے ثابت کیا کہ رومی کلیسیا کس قدر عالمگیر طاقت ہے"۔

۳ مارچ ۱۹۳۹ء کو کارڈینل پیسلی نئے پوپ منتخب ہوئے۔ آپ کی عمر ۶۳ برس کی ہے۔ اب آپ پیئس دوازدہم کہلائیں گے۔ پوپ کے انتخاب کا رومی کلیسیا میں جو طریق رائج ہے اُس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ عیسائیوں کے ہاں ان کے اعلیٰ مذہبی بزرگوں کے کئی ایک مدارج ہیں، ان میں سے ایک بشپ (Bishop) کا عہدہ ہے، دوسرا پریسٹ (Priest) کا، اور تیسرا ڈیکن (Deacon) کا، اسی طرح ایک عہدہ کا نام کارڈینل (Cardinal) ہے۔ رومن کیتھولک دُنیا میں ان کی کُل تعداد ستر ہے، اور ان کو رومن کلیسیا میں ستر شہزادے بھی کہتے ہیں، یہی لوگ مل کر نئے پوپ کا انتخاب کرتے ہیں۔ ان کی مجلس کا نام کنکلیو (Conclave) ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سسٹن چیپل (Sisten chapel) ایک مخصوص گرجا ہے، جو پوپ کے محل کے اندر ہے، اور جہاں نئے پوپ کے انتخاب کی کارروائی ہوتی ہے۔

رومن کیتھولک عیسائیوں کے نقطۂ خیال سے پوپ کا انتخاب درحقیقت روم کے بشپ کا انتخاب ہے۔ ایک کیتھولک مصنف کی تحریر کی رُو سے پوپ اس لئے پوپ ہے، کہ وہ روم کا بشپ ہے، وہ اس لئے روم کا بشپ نہیں کہ وہ پوپ ہے،

پوپ کے انتخاب کے ساتھ ایک بہت بڑا انتظام وابستہ ہے، اور یہ نظام رومی کلیسا میں صدیوں کے تعامل سے ڈھلا ہے۔ پوپ کی وفات کے معًا بعد کارڈینل کیمرلینگو (ایک مخصوص کارڈینل) کارڈینلوں کے مقدس کالج کا افسر اعلیٰ بن جاتا ہے، اور وہ نئے پوپ کے انتخاب کی تیاری کے متعلق احکام جاری کرتا ہے۔ کنکلیو کارڈینلوں کی مجلس کو بھی کہتے ہیں، اور اس جگہ کو بھی جہاں ان کی مجلس منعقد ہوتی ہے، یہ جگہ ہمیشہ مقفّل رہتی ہے۔ اس کے اندر جانے کے لئے صرف ایک ہی دروازہ ہے، جو انتخابی مجلس کے منعقد ہونے پر اندر اور باہر سے مقفّل کر دیا جاتا ہے، اور پھر اُس وقت تک نہیں کھولا جاتا، جبتک نئے پوپ کے انتخاب کا اعلان نہ ہو جائے۔ کھانا بھی ایک سوراخ کے ذریعہ اندر پہونچایا جاتا ہے۔ اور اس سوراخ پر بھی اندر اور باہر دونوں طرف پہرہ ہوتا ہے، کارڈینل کیمرلینگو اندر کی کارروائی کا انچارج ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ تین معاون ہوتے ہیں، جو کارڈینلوں کی ہر سہ جماعتوں یعنی جماعتِ بشپ، جماعتِ پریسٹ اور جماعتِ ڈیکن کے نمائندے ہوتے ہیں۔

رائے دینے کی کارروائی شروع ہونے سے قبل بشپ آف آسٹیا (Ostia) جو ہمیشہ کارڈینل ڈین ہوتا ہے، سسٹن چیپل میں عشائے ربّانی کی رسم ادا کرتا ہے، اور اسی گرجے کے اندر کارڈینل ووٹ دیتے ہیں۔ اس موقعہ پر گرجے کے اندر پوپ کا تخت نہیں بچھایا جاتا۔ ہر ایک کارڈینل کی نشست کے سامنے ایک ایک ڈیسک ہوتا ہے۔ گرجے کے اندر ایک چولہا بنا ہوا ہے جس کی چمنی ایک کھڑکی میں سے ہو کر باہر کو جاتی ہے۔ محراب کے اُوپر چھ موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں، اور رائے دہندگی کے وقت عشائے ربّانی میں مستعمل ہونے والا شراب کا گلاس اور روٹی والی پلیٹ بھی کام میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میم کو جو زائد کیا گیا تھا، راء کے بعد رکھا جاتا ہے میم کو الٓر کے درمیان رکھ دینا بتاتا ہے کہ ان حروف کے کوئی خاص معنی ہیں" اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے الٓمٓ کی سورتیں ہیں" اور اس کے بعد الٓر کی، تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مضمون کے لحاظ سے میم کو راء پر تقدم حاصل ہے' اور سورہ رعد میں میم اور راء جب اکٹھے کر دیئے گئے ہیں، تو میم کو راء سے پہلے رکھنا اس امر کو بالکل واضح کر دیتا ہے، کہ یہ سب حروف خاص معنے رکھتے ہیں، اسی وجہ سے ان حروف کو جو معنیً تقدم رکھتے ہیں، ہمیشہ مقدم ہی رکھا جاتا ہے' سورۂ رعد کے بعد ابراہیم اور حجر میں الٓر استعمال کیا گیا ہے' لیکن نحل، بنی اسرائیل اور کہف میں مقطعات استعمال نہیں ہوئے' اور یہ سورتیں گویا پہلی سورتوں کے مضامین کے تابع ہیں" ان کے بعد سورۂ مریم ہے جس میں کٓھٰیٰعٓصٓ کے حروف استعمال کئے گئے ہیں، سورۂ مریم کے بعد سورۂ طٰہٰ ہے' اور اس میں طٰہٰ کے حروف استعمال کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد انبیاء، حج، مومنون، نور اور فرقان میں حروفِ مقطعات چھوڑ دیئے گئے ہیں، گویا یہ سورتیں طٰہٰ کے تابع ہیں۔ آگے سورۂ شعراء طٰسٓمٓ سے شروع کی گئی ہے، گویا طاء کو قائم رکھا گیا ہے۔ اور ھاء کی جگہ س اور میم لائے گئے ہیں، اس کے بعد سورۂ نمل ہے جو طٰسٓ سے شروع ہوتی ہے، اس میں سے میم کو اڑا دیا گیا ہے، اور طاء اور س قائم رکھے گئے ہیں، اس کے بعد سورۂ قصص کی ابتداء پھر طٰسٓمٓ سے کی گئی ہے، گویا میم کے مضمون کو پھر شامل کر لیا گیا ہے" اس کے بعد سورۂ عنکبوت کو پھر الٓمٓ سے شروع کیا گیا ہے' اور دوبارہ علم الٰہی کے مضمون کو نئے پیرایہ اور نئی ضرورت کے ماتحت شروع کیا گیا ہے' (اگرچہ مَیں ترتیب پر اس وقت بحث نہیں کر رہا، لیکن اگر کوئی کہے، کہ الٓمٓ دوبارہ کیوں لایا گیا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے، کہ سورۂ بقرہ سے الٓمٓ کے مخاطب کفار تھے' اور یہاں سے الٓمٓ کے مخاطب مومن ہیں) سورۂ عنکبوت کے بعد سورۂ روم، سورۂ لقمان اور سورۂ سجدہ کو بھی الٓمٓ سے شروع کیا گیا ہے" ان کے بعد سورۂ احزاب، سبا، فاطر، بغیر مقطعات کے ہیں، اور گویا پہلی سورتوں کے تابع ہیں، ان کے بعد سورۂ یٰسٓ ہے جس کو یٰسٓ کے حروف سے شروع کیا گیا ہے، اس کے بعد سورۂ صافات بغیر مقطعات کے ہے" اس کے بعد سورۂ صٓ حرفِ ص سے شروع کی گئی ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لائے جاتے ہیں۔

جب ووٹ فارم تقسیم کر دیئے جاتے ہیں، تو کارڈینلوں کو تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تین کارڈینل جو قرعہ اندازی سے چنے جاتے ہیں، اس بات کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں کہ وہ دیکھیں کہ ووٹ دینے میں کوئی بے ضابطگی تو نہیں برتی گئی۔ ووٹ پوشیدہ طور پر دیا جاتا ہے، اور ووٹ فارم پر ایک عبارت طبع شدہ ہوتی ہے، جس کے معنی ہیں، "مَیں کارڈینل پوپ کا جو کہ میرا انتہائی محترم آقا ہے، انتخاب کرتا ہوں۔"

ہر ایک کارڈینل جب اپنا اپنا ووٹ شراب والے گلاس میں ڈال دیتا ہے، تو وہ یہ قسم کھاتا ہے "مَیں خداوند یسوع کو اپنا گواہ ٹھہراتا ہوں، جو میرا جج ہے، کہ مَیں ایسے آدمی کا انتخاب کر رہا ہوں، جو خدا کے نزدیک منتخب ہونے کے لائق ہے۔"

پوپ کے انتخاب کیلئے دو تہائی ووٹوں کی اکثریت کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک آراء کا نتیجہ اس کے مطابق نہ ہو، رائے بار بار دی جاتی ہے، حتّٰی کہ کسی امیدوار کو دو تہائی ووٹوں کی اکثریت حاصل ہو جائے۔ ناکام انتخاب کی صورت میں بے نتیجہ کاغذات گرجے کے چولہے میں ڈالکر تنکوں کے ساتھ جلا دیئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح چمنی سے جو سیاہ دھوآں نکلتا ہے، وہ باہر کی بے انت منتظر مخلوق کو اطلاع دیتا ہے، کہ انتخاب ناکام رہا ہے، جب ایک امیدوار کے حق میں دو تہائی ووٹوں کی اکثریت ہو جاتی ہے، تو پھر صرف ووٹ فارم کے کاغذ ہی تنکوں کے بغیر چولہے میں جلا دیئے جاتے ہیں، اور تب کاغذوں کے جلنے سے جو سفید دھوآں چمنی سے نکلتا ہے، وہ بیرونی منتظر دنیا کے لئے پوپ کے انتخاب کا اعلان ہوتا ہے، پھر پوپ گرجے کو چھوڑ جاتا ہے، اور نیم آستینوں والا ایک تنگ جامہ، جو صرف گھٹنوں تک پہونچتا ہے، اور ایک دوپٹہ اور پوپ والا دیگر لباس پہن لیتا ہے۔ اور پھر تمام کارڈینلوں سے درجہ بدرجہ اطاعت کا اقرار لیتا ہے۔ اس کے بعد دو اور رسمیں ہوتی ہیں، اور ایک تیسری ہوتی ہے (جس میں ہر ایک کارڈینل گھٹنے ٹیک دیتا ہے، اور پوپ کے سلیپر (جس پر صلیب کی شکل بنی ہوئی ہوتی ہے) اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے، اور پوپ سے بغلگیر ہوتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پوپ پئیس دوازدہم کے انتخاب میں پہلی مرتبہ رائے دہندگی کا نتیجہ کچھ نہ نکلا، لیکن دوسری مرتبہ کارڈینل پیسلی کو دو تہائی اکثریت حاصل ہوئی، اور وہ پوپ منتخب ہوا۔

۱۱ مارچ کو پوپ پئیس دوازدہم کی رسمِ تاجپوشی انتہائی تزک واحتشام سے ویٹیکن شہر میں ادا کی گئی، اس موقعہ پر قریباً پانچ لاکھ تماشائی سینٹ پیٹر کے گرجا کے چوک میں جمع ہوگئے۔ عوام کے علاوہ مختلف حکومتوں کے نمائندگان بھی تشریف فرما تھے۔ شہنشاہ انگلستان جارج ششم کی طرف سے ڈیوک آف نارفاک، اور مسٹر روزولٹ صدر جمہوریہ امریکہ کی طرف سے جوزف کینیڈی امریکن سفیر متعینہ لنڈن بھی حاضر تھے۔ دیگر ممتاز حاضرین میں سے مسٹر ڈی ویلرا نمائندہ آئرلینڈ، شہزادہ امبرٹو نمائندہ شاہِ اٹلی اور کونٹ کیانو نمائندہ حکومتِ اطالیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پئیس نہم کی تاجپوشی کے بعد جو ۱۸۴۶ء میں ہوئی، یہ پہلا موقعہ ہے، کہ پوپ کی رسم تاجپوشی گرجا سینٹ پیٹر کے بیرونی بالائی برآمدہ میں ادا کی گئی۔

پاپائیت کی ابتداء حضرت مسیحؑ کے حواری پطرس سے بیان کی جاتی ہے۔ کیتھولک عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنے بعد کلیسیا کی گلّہ بانی" کے لئے پطرس اور اس کے جانشینوں کو مقرر کیا، اور اس کی بنیاد آپ کے مندرجہ ذیل ذیل ارشادات پر رکھی جاتی ہے:۔

۱۔"مَیں یہ بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے، اور مَیں اس پتھر پر اپنی کلیسیا بناؤں گا، اور دوزخ کا اختیار اس پر نہ چلے گا۔ اور آسمانوں کی بادشاہت کی کنجیاں تجھے دُونگا، جو کچھ زمین پر تُو بند کرے گا، آسمان پر بند کیا جائے گا، اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا، آسمان پر کھولا جائیگا" (متی باب ۱۶- آیت ۱۷- ۱۹-)

۲-"مَیں نے تیرے (پطرس کے) لئے دُعا مانگی، کہ تیرا ایمان کم نہ ہو، اور جب تو پھرے تو اپنے بھائیوں کو مضبوط کرنا" (لوقا باب ۲۲ آیت ۳۲)

۳-"یسوع نے شمعون پطرس کو کہا، اے شمعون، یونس کے بیٹے! کیا تو مجھے ان سے زیادہ پیار کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں اے خداوند تو خود جانتا ہے کہ مَیں تجھے پیار کرتا ہوں، اس نے اُسے کہا،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میرے برّے چرا " (یوحنا باب ۲۱ آیت ۱۵)

ان انجیلی ارشادات سے یہ استدلال کیا جاتا ہے، کہ حضرت مسیحؑ کے تمام حواریوں میں سے پطرس کا درجہ سب سے بڑھکر تھا، اسی لئے اسکو عیسائیت کی مضبوطی اور گلہ بانی کا حکم ہُوا، اور اسکے سپرد آسمانی بادشاہت کی کنجیاں کی گئیں، اور اس کے بعد یہ حقوق و اختیارات اسکے جانشین پوپوں کو حاصل ہیں، کیتھولک ویٹیکن عالمگیر کونسل کا یہ فتویٰ ہے، کہ " اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مبارک پطرس عالمگیر کلیسیا کی رُوحانی سرداری میں ہمارے خداوند یسوع مسیح کی مرضی سے جانشینوں کا مسلسل سلسلہ نہیں رکھتا، یا یہ کہ روما کا پاپائے اعظم اس روحانی سرداری پر مقدس پطرس کا جانشین نہیں ہے، اس پر لعنت ہو"

پطرس کی روم میں آمد عیسائی مورّخین میں ما بہ النزاع ہے، بعض پروٹسٹنٹ مورّخ سرے سے پطرس کی رُوم میں آمد کے منکر ہیں، چہ جائیکہ اس نے روم میں حضرت مسیحؑ کے مذکورہ بالا ارشادات کے مطابق پاپائیت کی بنیاد رکھی۔ رومن کیتھولک فرقہ کا یہ ایمان ہے کہ اس نے ۴۲ء میں روم میں آکر اسے اپنا صدر مقام بنایا، پچیس سال تک پاپائیت کے فرائض سرانجام دیتا رہا، اور بالآخر ۶۷ء میں شہنشاہ نیرو کے عہد حکومت میں قتل کیا گیا۔ کیتھولک بیان کی رُو سے چودھویں صدی تک کسی مورّخ نے پطرس کے روم میں آنے اور قتل کئے جانے سے انکار نہیں کیا۔ پہلا شخص جس نے یہ دعویٰ کیا مارسیلیئس تپادینس تھا۔ پطرس سے لیکر اس وقت تک ۲۶۵ پوپ ہو گذرے ہیں، ان میں سے ۴۵ پوپ ایسے تھے، جو یا تو روم سے جلاوطن کر دیئے گئے، اور یا وہ روم میں داخل ہی نہ ہو سکے۔ بلکہ مرکز سے باہر رہ کر غائبانہ پاپائیت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

ازمنۂ وسطیٰ میں پوپ کو رُوحانی اختیارات کے علاوہ دنیاوی اقتدار بھی بہت حاصل تھا کیتھولک فرقہ کے نزدیک پوپ روم اور اسکے ارد گرد کے اضلاع کا بادشاہ بھی ہے، اور اس علاقہ کو وہ "مقدس پطرس کی وراثت یا کلیسیا کی ریاست" بھی کہتے ہیں۔ آٹھویں صدی کے اخیر میں فرانسیسی شہنشاہ شارلیمین نے اٹلی کو فتح کر کے رومن سلطنت " پطرس کی گدّی " کو بخش دی تھی۔ قریبًا ایک ہزار برس تک (سوائے بعض عارضی وقفوں کے) یہ علاقہ پوپ کے قبضہ میں رہا۔ مگر ۱۸۷۰ء میں اٹلی کے بادشاہ نے پوپ کی یہ ریاست چھین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لی، اور پوپ کو ویٹیکن شہر میں قید کر دیا۔ لیکن ۱۹۲۹ء میں پوپ پیئس یازدہم کے عہد میں مسولینی نے اس کا کچھ حصّہ پھر واپس کر دیا، اور اس طرح اٹلی کی حکومت اور پاپائیت میں صلح ہوگئی۔

پاپائیت کی تھوڑی بہت مخالفت تو ابتدا ہی سے ہوتی رہی ہے، لیکن اس کا منظّم مقابلہ سولہویں صدی میں شروع ہوا۔ ۱۴۸۳ء میں پرشیا (جرمنی) کے علاقہ میں لُوتھر پیدا ہوا، یہ پہلا شخص تھا، جس نے پاپائیت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اسی طرح ۱۵۰۹ء میں فرانس میں ایک اور شخص کیلون نامی پیدا ہوا اور اس نے بھی پاپائیت کی مخالفت کی۔ انگلستان میں چرچ آف انگلینڈ کی بنیاد بھی اسی زمانہ میں پڑی، اور اسکے بانی شہنشاہ انگلستان ہنری ہشتم (۱۵۰۹ء تا ۱۵۴۷ء) اور کنٹربری کا آرچ بشپ کرانمر تھے۔ پوپ کے خلاف ان سب ممالک میں یہ تحریکیں زور پکڑ گئیں، اور اس طرح پروٹسٹنٹ فرقہ کی باقاعدہ بنیاد پڑی۔ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ہر دو فرقوں کے درمیان شدید دشمنی اور عداوت ہے، پروٹسٹنٹ پوپ کو مسیح دجّال کہتے ہیں، اور کیتھولک پروٹسٹنٹ فرقہ کو اسی نام سے ملقب کرتے ہیں۔ یورپ کی تاریخ کے کئی اوراق انکی باہمی لڑائیوں سے خون آلود نظر آتے ہیں۔

کیتھولک پوپ کو منزہ عن الخطا سمجھتے ہیں۔ مگر اس ضمن میں عام طور پر یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے، کہ کیتھولک پوپ کی ذاتی معصومیّت کے قائل ہیں، یعنی اسکی پرائیویٹ اور ذاتی حیثیت کے اعتبار سے دنیاوی افعال میں بھی اس کی معصومیّت کا صرف یہ مطلب ہے، کہ "جب وہ (Ex cathedra) تعلیم دیتا ہے، یعنی بحیثیت چرواہے اور مسیحیوں کے دینی رہنما ہونیکے کچھ سکھاتا ہے، اور ایمان اور اخلاق کی بابت کسی مسئلہ کا فیصلہ کرتا ہے، تا اُسی عالمگیر کلیسیا مانے، تو الٰہی مدد سے جسکا وعدہ مقدس پطرس کے ذریعہ دیا گیا تھا، وہ اس تعلیم کے بیان کرنے میں بے خطا ہوتا ہے۔" (ویٹیکن کونسل کا فتویٰ ۱۸۷۰ء)

ویٹیکن روم میں ایک پہاڑی ہے، جو دریائے ٹائبر کے مغربی کنارہ پر واقع ہے، اس پر پوپ کا محل بنا ہوا ہے اس محل کا نام بھی ویٹیکن ہے۔ اس کے سات ہزار کمرے بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ محل پوپ یوجینس سوم (۱۱۴۵ء تا ۱۱۵۳ء) نے بنایا تھا۔ اس میں بہت سی پرانی اور قیمتی چیزیں ہیں منجملہ انکے ایک لائبریری ہے جس میں ۳۴ ہزار قلمی اور اڑھائی لاکھ مطبوعہ کتابیں ہیں۔ ویٹیکن پوپ کی ریاست کا نام بھی ہے، جو اسکے محل اور اسکے ساتھ ملحقہ علاقہ پر مشتمل ہے۔ یہ دنیا کی سب سے چھوٹی ریاست ہے، اس میں پوپ کی حکومت ہے۔ پوپ اصل میں لاطینی لفظ "پاپا" سے بنا ہے جسکے معنے "باپ" کے ہیں۔

(حاشیہ، قلمی:) [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نمبر ۵۳۴۴ء - منکہ امۃ اللہ بیگم بنت ڈاکٹر رحمت علی صاحب مرحوم قوم راجپوت جالب عمر تقریباً ۴۳ سال پیدائشی احمدی ساکن دنمل ڈاکخانہ پاہڑیانوالی ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۵ ۳/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ کڑے ساڑھے چار سو روپیہ کے۔ پچیس روپے کے کانٹے۔ انگوٹھی پندرہ روپے کی مہر پانصد روپیہ بذمہ شوہر ہے۔ اسکی دسویں حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اسکے علاوہ اگر میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں حصہ وصیت کچھ ادا کر دوں تو اسقدر زرِ وصیت سے عند الادا منہا کیا جاوے۔ الامۃ۔ امۃ اللہ بقلم خود۔ گواہ شد۔ محمد اسلم ہیڈ کلرک توپخانہ ایبٹ آباد شوہر موصیہ۔ گواہ شد۔ غلام نبی مصری:

نمبر ۵۳۴۳ء - منکہ ہاجرہ بیگم زوجہ ڈاکٹر عبدالرحیم دہلوی قوم شیخ عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار الفضل بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲ ۳/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اسوقت میری جائیداد صرف مہر مبلغ -/۵۰۰ روپیہ ہے۔ جو کہ میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں حصہ وصیت مبلغ ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا کروں گی۔ اگر میں حصہ وصیت اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکوں۔ تو میری وفات کے بعد وہ رقم میرے خاوند ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب سے وصول کر لی جاوے۔ اگر میری وفات کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی: الامۃ ہاجرہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد۔ عبدالرحیم شوہر ہاجرہ بیگم۔ گواہ شد۔ عبدالرحیم نیّر:

نمبر ۵۳۴۲ء - منکہ ظفر اسلام ولد مولوی محمد علی صاحب مرحوم قوم کھچی راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲ ۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد نہیں میری ماہوار آمد مبلغ بارہ روپے ہے میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ تادمِ زیست ادا کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے وقت اگر کوئی جائیداد ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ ظفر اسلام نائب مدرس متفرق کلاس قادیان۔ گواہ شد:۔ رمضان علی کلرک امورِ عامہ قادیان۔ گواہ شد۔ سید عمر شاہ بقلم خود قادیان:

نمبر ۵۳۴۱ء - منکہ مرزا رحمت اللہ ولد مرزا امیر الدین قوم مغل پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن گجرات حال لاہور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۱ ۱۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا گذارہ اس وقت میری ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ مبلغ -/۴۳ روپے ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ علاوہ ازیں میری جائیداد غیر منقولہ میرے بھائیوں کے ساتھ مشترک ہے میرے مرنیکے بعد میری تمام جائداد منقولہ یا غیر منقولہ جو بھی ثابت ہو۔ اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم وصیت کردہ جائداد کے حصہ میں سے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں تو وہ رقم اس میں سے منہا بھی جائیگی۔ العبد:۔ مرزا رحمت اللہ بی۔اے۔ پنجاب سول سیکرٹریٹ لاہور۔ گواہ شد:۔ احمد جان کلرک آرسنل لاہور چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ شیخ نور احمد سیکرٹری تعلیم وتربیت۔ گنج۔ لاہور: گواہ شد:۔ مرزا احمد صادق بقلم خود فلیمنگ روڈ۔ لاہور۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۵۳۴۹ء۔ منکہ بیگم بی بی بیوہ سید بوٹا شاہ صاحب قوم سید عمر ۸۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۱ء ساکن چک ۹۹ شمالی ڈاکخانہ سرگودھا بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۲ ۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری وفات کے وقت جس قدر میری جائداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری موجودہ جائداد صرف پندرہ بھیڑیں ہیں۔ جنکی قیمت اس وقت یکصد روپیہ ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ انشاء اللہ یہ رقم میں اپنی زندگی میں ہی ادا کردونگی۔ اور حق مہر میں نے اپنے خاوند کو بوقت وفات بخشدیا تھا۔ اسکے علاوہ اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں ؂ الامۃ۔ بیگم بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ غلام محمد امیر جماعت احمدیہ چک ۹۹ شمالی۔ گواہ شد بقلم خود سلطان احمد بسرا۔ سیکرٹری تعلیم وتربیت چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا ؂

نمبر ۵۳۵۱ء۔ منکہ عبد اللہ آر سکاٹ ولد الیگزنڈر قوم سکاٹ پیشہ سپروائزر عمر ۴۹ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن سکاٹلینڈ حال عراق ڈاکخانہ اربیل (عرب محلہ) تحصیل وضلع اربیل بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۲۹ ۱۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے سوائے اندازاً ۱۵ (پندرہ) عراقی دیناروں کے جن کے ۱/۱۰ حصہ کی قیمت ۱/۲ ۱ دینار ہے جو میں بعد میں انشاء اللہ ارسال کرونگا۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا۔ نیز میری وفات کے وقت اگر کوئی جائیداد چھوڑوں تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی احمدیہ جماعت قادیان مالک ہوگی۔ اگر میری ماہوار آمدنی میں کوئی تغیر واقعہ ہوگا تو میں اسکی اطلاع صدر دفتر کو وقتاً فوقتاً دیتا رہونگا۔ انشاء اللہ۔ میں شرط اول روانہ کررہا ہوں معرفت فنانشل سیکرٹری عراق۔ العبد:۔ دستخط عبد اللہ آر سکاٹ۔ گواہ شد۔ مرزا برکت علی آف آبادان امیر جماعت احمدیہ عراق ۲/۳۹ ۱۹۔ گواہ شد۔ مرزا فتح محمد احمدی سیکرٹری وصایا جہانیہ۔ عراق۔ گواہ شد۔ معراج الدین (سیکرٹری مال جماعت عراق) جہانیہ ؂

نمبر ۵۱۹۵ء۔ منکہ غلام فاطمہ زوجہ شیخ سردار علی صاحب قوم شیخ عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن رحیم آباد ڈاکخانہ فتوپور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶ ۱۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اسوقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیور قیمتی ایک سو بیس روپیہ نقد مبلغ ساٹھ روپیہ مہر مبلغ پانصد روپیہ جو میرے شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے۔ میزان کل ۶۸۰/- روپے۔ میری وفات کے بعد میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ یا اس کا کوئی جزو یا اس کی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں تو میرے ترکہ میں سے وہ حصہ یا جزو وحصہ ادا شدہ شمار ہوگا۔ المرقوم ۱۶ نومبر ۱۹۳۶ء۔ الامۃ نشان انگوٹھا غلام فاطمہ۔ گواہ شد۔ سردار علی بقلم خود محمود آباد فارم سندھ۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر احمد الدین محمود آباد فارم سندھ ؂

نمبر ۵۳۳۷ء۔ منکہ عبد الرؤف ولد میاں قادر بخش صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر قریباً بیس سال پیدائشی احمدی ساکن جنڈی ویڑہ ڈاکخانہ ملتان ضلع ملتان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۳ ۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ کیونکہ میرے والد صاحب بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہیں میری اس وقت ۲۵/- ماہوار تنخواہ ہے جسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں جو ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ ماہ جنوری ۱۹۳۹ء کی تنخواہ سے ادائیگی شروع بھی کردی ہے آئندہ اپنی ماہوار آمد پر ۱/۱۰ حصہ وصیت ادا کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے بعد میری جو جائیداد ثابت ہو۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لہذا یہ وصیت لکھدی ہے کہ سند رہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

العبد:- عبدالرؤف احمدی بقلم خود۔ گواہ شد:- شیر محمد مجوکہ سیکرٹری وصایا بقلم خود۔ گواہ شد:- محمد حیات خان احمدی سیکرٹری مال جماعت احمدیہ ملتان بقلم خود؛

نمبر ۵۳۴۳:- منکہ قاسم بی بی زوجہ مرزا حاکم بیگ صاحب قوم مغل عمر قریباً ۵۰ سال ساکن گجرات بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰-۲-۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد منقولہ زیورات قیمتی -/۷۰۰ روپے اور جائیداد غیر منقولہ ایک منزل مکان واقعہ گرد ھی شاہدولہ شمولہ گجرات محدود بحدود اربعہ ذیل شمال مکان حسینا حجام جنوب مکان عمردین کشمیری مشرق مکان محمدالدین مصلی مغرب مکان مرزا حاکم بیگ کا ½ حصہ ہے۔ میں جائیداد منقولہ وغیر منقولہ مذکورہ بالا کا ⅒ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اپنی زندگی میں دیتی ہوں۔ جائیداد منقولہ کے ⅒ حصہ کی قیمت -/۷۰ روپے اور جائیداد غیر منقولہ کے ⅒ حصہ کی قیمت -/۳۰ روپے ہے۔ یہ کل مبلغ -/۱۰۰ روپیہ میں انجمن مذکور کو برضامندی خود اپنی زندگی میں دیتی ہوں۔ میرا کوئی مہر واجب الادا بذمہ شوہر خود نہیں ہے۔ نیز میرے مرنے پر اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:- قاسم بی بی بقلم خود۔ گواہ شد مرزا حاکم بیگ شوہر موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد:- احمدالدین پلیڈر امیر جماعت احمدیہ گجرات؛

نمبر ۵۳۴۶:- منکہ عبدالحمید خاں ولد ڈاکٹر عبدالمجید خانصاحب قوم عمرزئی پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ دارالفضل قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۱ محرم ۱۳۵۸ھ ۱۳ مارچ ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے جس کی کل قیمت -/۱۰۴۲ روپے ہے یہ رقم نقد تحریک جدید امانت فنڈ قادیان میں جمع ہے لیکن میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت مبلغ ۱۲۵ روپے ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اسکے دسویں حصے کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کردوں تو اسقدر رقم اس کی قیمت وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ العبد:- عبدالحمید خاں پی اینڈ ایس گروپ آرسنل کوئٹہ۔ گواہ شد:- نواب دین کلرک آرسنل کوئٹہ:- گواہ شد:- عبدالمجید خاں سول ہسپتال کوئٹہ والد موصی؛

نمبر ۵۳۴۸:- منکہ عمر بی بی زوجہ میاں کریم بخش صاحب قوم بٹ کشمیری پیشہ ٹھیکیداری عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۴ء ساکن مگوے حال مہاجر قادیان دارالرحمت بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۱-۷-۳۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اسکے تیسرے حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ (۳) میری موجودہ جائیداد صرف ۵۰۰ روپیہ نقد ہے اس کے تیسرے حصہ کی رقم بطور قسط ماہوار مقرر کر کے اپنی زندگی میں ادا کرنیکی کوشش کرونگی۔ فقط المرقوم ۳۱-۷-۳۵

نوٹ:- مہر وصول کر کے پہلے اپنی ضروریات میں صرف کر چکی ہوں۔ زیور جس قدر تھا وہ جب تحریک ہوتی کوئی زیور دیتی رہی حتی کہ سب زیور سلسلہ کی خدمات میں دے چکی ہوں۔ اب کوئی زیور نہیں مذکورہ ۵۰۰ بھی کسی کو بطور قرضہ حسنہ دیئے ہوئے ہیں اس نے قسط ادا کرنیکا وعدہ کیا ہے۔ الامۃ عمر بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد کریم بخش خاوند موصیہ نشان انگوٹھا۔۔۔ گواہ شد:- بوٹا دوکاندار قادیان۔ گواہ شد:- حکیم محمد فیروزالدین قریشی انسپکٹر بیت المال۔ کاتب الحروف بقلم خود؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر سورۂ زمر حروف مقطعات سے خالی اور پہلی سورۃ کے تابع ہے، اس کے بعد سورۂ مومن حٰمٓ سے شروع کی گئی ہے، اس کے بعد سورۂ حٰمٓ سجدہ کو بھی حٰمٓ سے شروع کیا گیا ہے، پھر سورۂ شوریٰ کو بھی حٰمٓ سے شروع کیا گیا ہے، لیکن ساتھ حروف عٓسٓقٓ بڑھائے گئے ہیں، اس کے بعد سورۂ زخرف ہے، اس میں بھی حٰمٓ کے حروف ہی استعمال کئے گئے ہیں، پھر سورۂ دخان، جاثیہ اور احقاف بھی حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں، ان کے بعد سورۂ محمدؐ، فتح، اور حجرات بغیر مقطّعات کے ہیں، اور پہلی سورتوں کے تابع ہیں، سورۂ قٓ صرف قٓ سے شروع ہوتی ہے، اور قرآن کریم کے آخر تک ایک ہی مضمون چلا جاتا ہے۔

یہ ترتیب بتا رہی ہے، کہ یہ حروف یونہی نہیں رکھے گئے، پہلے الٓمٓ آتا ہے پھر الٓمٓصٓ آتا ہے، جس میں ص کی زیادتی کی جاتی ہے، پھر الٓرٰ آتا ہے، اور پھر الٓمٓرٰ آتا ہے، کہ جس میں میم کی زیادتی کی جاتی ہے، پھر کٓھٰیٰعٓصٓ آتا ہے جس میں ص پر چار اور حروف کی زیادتی ہے، پھر طٰہٰ لایا جاتا ہے اور پھر اس میں کچھ تبدیلی کر کے طٰسٓمٓ کر دیا جاتا ہے، یہ ایک ہی قسم کے الفاظ کا متواتر لانا اور بعض کو بعض جگہ بدل دینا بعض جگہ اور رکھ دینا بتاتا ہے کہ خواہ یہ حروف کسی کی سمجھ میں آئیں، یا نہ آئیں، جس نے انہیں رکھا ہے کسی مطلب کے لئے ہی رکھا ہے، اگر یونہی رکھے جاتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ کہیں ان کو بدل دیا جاتا، کہیں زائد کر دیا جاتا، اور کہیں کم کر دیا جاتا۔

علاوہ مذکورہ بالا دلائل کے خود مخالفین اسلام کے ہی ایک استدلال سے یہ مستنبط ہوتا ہے، کہ مقطّعات کچھ معنے رکھتے ہیں، مخالفین اسلام کہتے ہیں، کہ قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب انکی لمبائی اور چھوٹائی کے سبب سے ہے، اب اگر یہ صحیح ہے تو کیا یہ عجیب بات نہیں کہ باوجود اس کے کہ سورتیں اپنی لمبائی اور چھوٹائی کے سبب سے آگے پیچھے رکھی گئی ہیں، ایک قسم کے حروف مقطعات اکٹھے آتے ہیں، الٓمٓ کی سورتیں اکٹھی آگئی ہیں، الٓر کی اکٹھی، طٰہٰ اور اس کے مشترکات کی اکٹھی، پھر الٓمٓ کی اکٹھی، حٰمٓ کی اکٹھی، اگر سورتیں ان کے حجم کے مطابق رکھی گئی ہیں، تو کیا یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عجیب بات نہیں معلوم ہوتی، کہ حروف مقطعات ایک خاص حجم پر دلالت کرتے ہیں" اگر صرف یہی تسلیم کیا جائے، تب بھی اس کے معنے یہ ہوں گے کہ حروف مقطعات کے کچھ معنے ہیں، خواہ یہی معنے ہوں، کہ وہ سورۃ کی لمبائی اور چھوٹائی پر دلالت کرتے ہیں، مگر حق یہ ہے کہ ایک قسم کے حروف مقطعات کی سورتوں کا ایک جگہ پر جمع ہو جانا بتاتا ہے، کہ ان کے معنوں میں اشتراک ہے" اور یہ حروف سورتوں کے لئے بطور کنجیوں کے ہیں۔

میرے نزدیک حروف مقطعات کے معنوں کے لئے ہمیں قرآن کریم ہی کی طرف دیکھنا چاہیئے، پہلی سورتوں میں الٓمٓ آیا ہے، چنانچہ سورۂ بقرہ کے پہلے یہی حروف ہیں اور ان کے بعد ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کا جملہ ہے، اس کے بعد آل عمران میں الٓمٓ آیا جس کے بعد اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ آیا یاد رکھنا چاہیئے کہ حق اور لاریب کے دراصل ایک ہی معنے ہیں، پس بقرہ میں بھی الٓمٓ کے بعد ایسی کتاب کا ذکر تھا جس میں ریب نہ ہوا اور اس جگہ بھی۔ پھر اعراف میں الٓمٓصٓ آیا، اور اس کے بعد كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ کی آیت رکھی گئی، گویا یہاں بھی لَا رَيْبَ فِيْهِ والی کتاب کا ذکر ہوا ہے، کیونکہ فلا یکن فی صدرك حرج لاریب فیہ کتاب پر ہی دلالت کرتا ہے، ان ابتدائی سورتوں کے بعد وقفہ دیکر عنکبوت الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے، فرماتا ہے الٓمٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○ ان آیات میں بھی ایک یقینی کتاب کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ امتحان شک اور ریب کے دور کرنے پر ہی دلالت کرتا ہے، پس اس سورۃ میں بھی وہی مضمون ہے جو سورۂ بقرہ وغیرہ میں تھا، مگر بقرہ میں انسان بحیثیت مجموعی مخاطب تھے، اور یہاں مومنوں سے کہا گیا ہے، کہ کس طرح ہو سکتا ہے، کہ ابھی شک تمہارے دلوں میں باقی ہو، اور ہم تم سے معاملہ کاملین والا کرنا شروع کر دیں۔ سورۂ روم میں بھی یہی مضمون ہے، گو بہت باریک ہو گیا ہے، فرماتا ہے، الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ خدا تعالےٰ کا کلام روم کے متعلق نازل ہوُا ہے، اور وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا، گویا بجائے سب کتاب کی طرف اشارہ کرنے کے ایک خاص حصہ کی طرف اشارہ ہے، اور اس کے یقینی ہونے پر زور دیا ہے، جیسا کہ من اور س کے حروف سے ظاہر ہے۔

سورۂ روم کے بعد سورۂ لقمان الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے، اس میں فرماتا ہے، الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيْمِ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۚ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اس سورت میں بھی حکیم کا لفظ استعمال کر کے ایک یقینی امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور گویا بقرہ کے ابتدائی مضمون کو دُہرا دیا گیا ہے، اس کے بعد سورۂ سجدہ ہے، اس میں آتا ہے، الٓمّٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہاں بھی ایک بے رَیب کتاب کا ذکر ہے، پس ان سب آیات سے ظاہر ہے، کہ جہاں الٓمّٓ آتا ہے، اُس کے بعد ایک خاص مضمون آتا ہے، اور ایک یقینی علم کے نزول کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اب اس امر کی موجودگی میں کس طرح سمجھ لیا جائے، کہ یہ الفاظ یونہی رکھ دیئے گئے ہیں، پس حق یہی ہے، کہ الٓمّٓ کے حروف ازالۂ شک اور یقین پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں، اور وہ چیز جس سے شک دور ہوتا اور یقین پیدا ہوتا ہے، کامل علم ہی ہوتا ہے۔ پس الٓمّٓ کے معنی یہی ہیں کہ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ میں اللہ ہوں جو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں، پس اگر شک کو دُور کرنا اور یقین حاصل کرنا چاہتے ہو، تو میرے کلام کی طرف توجہ کرو، اور میری کتاب کو پڑھو۔

اب میں الٓرٰ کو لیتا ہوں، ان حروف سے جو سورتیں شروع ہوتی ہیں، اگر ان پر غور کیا جائے، تو وہ بھی ایک ہی مضمون سے شروع ہوتی ہیں، سورۂ یونس میں آتا ہے، الٓرٰ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَسَاحِرٌ مُّبِیْنٌ ۔ پھر سورۂ ہود میں آتا ہے۔ الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۔ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ۔ پھر سورۂ یوسف میں آتا ہے، الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۔ پھر سورۂ رعد میں آتا ہے، الٓمّٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ ؕ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ ۔ یہاں میم کا بھی اور راء کا بھی مضمون آگیا۔ پھر سورۂ ابراہیم میں آتا ہے، الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۔ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۔ پھر سورۂ حجر میں آتا ہے، الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۔ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۔ وَمَآ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَلَهَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ ان سب مقامات پر مجموعی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان میں دو مضامین پر زور دیا گیا ہے، ایک پرانی تاریخ پر جس میں سے خاص طور پر شریروں کو سزا ملنے کے مضمون کو منتخب کر لیا گیا ہے، اور دوسرے پیدائش عالم کے مضمون پر، سورۂ یونس میں استفہام انکاری کے استعمال سے بتایا گیا ہے کہ نذیر و بشیر انبیاء ہمیشہ ہی آتے رہے ہیں، سورۂ ہود میں اول تو یہ قاعدہ بتایا ہے کہ کوئی قوم ایک ہی حالت پر قائم نہیں رہتی، بلکہ ایک دائرہ کے اندر چکر لگاتی ہے، اور پیدائش عالم کا ذکر کر کے بتایا، کہ دنیا کی ترقی قانون ارتقاء کے ماتحت ہے، اس کے بعد سورۂ یوسف میں صاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارزاں اور باموقعہ زمین

۱۔ نقشہ ذیل کے قطعات ۳۰ فٹ چوڑی سڑک پر مبلغ ۳۵۰/- کنال اور ۲۰ فٹ چوڑی سڑک پر مبلغ ۲۵۰/- کنال کے حساب سے قابل فروخت ہیں۔ ہر قطعہ کو دونوں طرف سڑک لگتی ہے۔

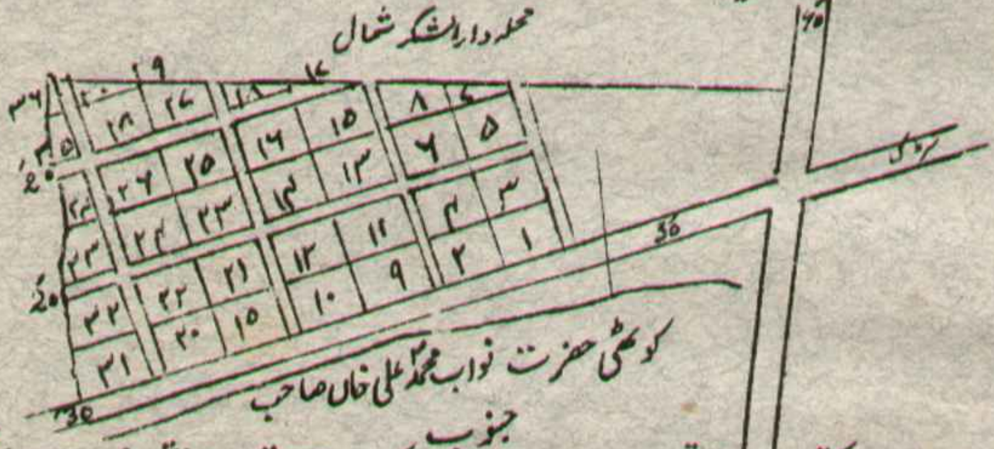

(۲) محلہ دار الفضل غربی میں ایک قطعہ قیمت ۸۰۰/- روپے (۳) اسکے علاوہ متفرق قطعات مختلف محلہ جات میں بھی قابل فروخت موجود ہیں احباب مشاورت کے ایام میں یا قبل ازاں بذریعہ خط و کتابت فیصلہ کر سکتے ہیں:

(مینیجر جنرل سروس کمپنی)

امرت بوٹی رجسٹرڈ گورنمنٹ آف انڈیا

امرت بوٹی کے استعمال کرنے سے کمزور سے کمزور انسان مضبوط اور طاقتور ہو جاتا ہے۔ امرت بوٹی تمام بے اعتدالیوں کے لئے زبردست اکسیر ہے۔ امرت بوٹی بوڑھوں اور کمزوروں کو طاقت بخشتی ہے۔ امرت بوٹی مردانہ کمزوریوں اور کثرت پیشاب۔ کمزوری مثانہ۔ ذیابیطس وغیرہ کا نام نشان مٹا دیتی ہے۔ علاوہ ازیں امرت بوٹی کے استعمال کرنے سے معدہ۔ دل جگر۔ دماغ قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ایسے نوجوان جو دبلے پتلے کمزور رہتے ہوں ان کے لئے ایک بہترین اکسیر ہے۔ قیمت ۵۰ گولی کی شیشی عہ ۱۰۰ گولی معہ برقی مالش عگر

پائرس ٹوتھ پاؤڈر اینڈ پائرس لوشن۔ پائیریا۔ ماسخورہ و دیگر جملہ امراض دندان کیلئے یہ دو نوں اکسیر ہیں بہت مفید اور سالہا سال کی مجرب ہیں۔ قیمت ہر دو اکسیرات صرف عہ

ملنے کا پتہ: مینیجر احمدیہ یونان فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں

صرف تیس ۳۰ روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں، جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر چھ ہزار صفحوں کی ہیں۔ صرف تیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:۔

براہین احمدیہ حصہ اول و دوئم و سوئم و پنجم	گورنمنٹ انگریزی و جہاد
آئینہ کمالاتِ اسلام	لجۃ النور
جنگِ مقدس	تحفہ گولڑویہ
سرمہ چشم آریہ	اربعین ہر چہار حصہ
ازالہ اوہام مکمل	اعجاز المسیح
شہادۃ القرآن	نزول المسیح
نور القرآن ہر دو حصہ	کشتی نوح
انجامِ آتھم	اعجاز احمدی
ایام الصلح	نسیمِ دعوت
مسیح ہندوستان میں	تذکرۃ الشہادتین
تریاق القلوب	حقیقۃ الوحی
خطبہ الہامیہ	چشمۂ معرفت

سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ کم از کم دو روپے پیشگی ارسال فرمائیں۔ اپنا نام مع مکمل پتہ صاف تحریر فرمایا کریں۔

اگر ریلوے پارسل کے ذریعہ کتابیں منگوانی منظور ہوں تو ریلوے سٹیشن کا نام بھی تحریر فرمائیں۔ محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ:۔ مینجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان

([illegible])